انتخاب نقیب
یعنی
بدایوں کے مشہور رسالہ نقیب کے قابل قدر ظریفانہ مضامین
نوشتہ
جناب "ملا" بوڑھا مشوی
باہتمام اسحاق علی علوی
الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارش

اِس مختصر مجموعہ کے تینوں مضامین ایک ایسے بزرگ کے قلم سے نکلے ہین جنکی اعلیٰ انشا پردازی تمام باخبر اصحاب کے نزدیک مسلم ہی اور جو اپنی قابلیتوں کو ادب اردو کی خدمت مین پوری ہمت و توجہ سے اگر صرف کرتے تو ملک کے نامور ترین ادیبون مین شمار کیے جاتے۔

صاحب موصوف کو اپنے نام نامی کی تشہیر پسند نہین اسلیے جو کچھ تحریر فرماتے ہین، اول تو اُسے بحق مصنف محفوظ سمجھنے کی کوشش فرماتے ہین اور اگر دوستون اور نیازمندون کے اصرار سے مجبور ہو جاتے ہین کہ دوسرون کو بھی اپنی تحریرون سے کام آشنا ہونے کا موقع مرحمت فرمائین تو لازمی شرطیہ قرار دیجاتی ہی کہ فرضی نام سے شائع ہون اور یہ کچھ

[illegible] ہے جسے وہ [illegible] نہین بلکہ بڑی مصلحت اسمین یہ ہے [illegible]
[illegible] کے حملون سے نجات حاصل [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible]
عطا فرمایا ہے اسکی خاطر جو وہ بہرہ اندوز ہوسکے

[illegible] صاحب کی یہ روش [illegible] مین [illegible] نہین کہ خود انکے لیے بہت
کچھ [illegible] راحت کا ذریعہ بنی ہوئی ہو مگر ادب اردو کو جو نقصان پہونچ گیا
اوسکی تلافی خدا ہی سے جو ہوسکے

اونکے قابل قدر مضامین کبھی دکن ریویو مین شایع ہوتے تھے پھر [illegible]
مین نکلتے رہے اور اب صرف الناظر کو اونکی اشاعت کا افتخار حاصل ہوتا ہے۔

الناظر کے مضامین کا مجموعہ اچھا خاصہ ہو جائیگا اور انشاء اللہ منتخبات
الناظر کے سلسلہ مین اونکی ایک جلد اپنے وقت پر شایع ہوگی۔

بداون کا مشہور رسالہ نقیب افسوس کہ بند ہوگیا۔ یہ مضامین اوسی مین
چھپے تھے اور اس خیال سے کہ دستبرد زمانہ سے محفوظ رہین مولوی وحید احمد
صاحب مالک و مدیر نقیب کی اجازت سے شایع کیے جاتے ہین۔

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
مادانیم	مادانیم	۵	۶۱
ابلق خیال	ابلق خان	۴	۶۲
ابلق خیال	ابلق خان	۳	۶۳
بعد پیدا کر پایا	بعد کرپایا	۹	۶۵
اُس کا	اِس کا	۱۲	"
ماہرین حیوانیات	ماہرین حیوانات	۳	۶۷
چاہیے اِس تصویر	چاہیے اب وہ اِس تصویر	۱۶	"
فی زمانا	فی زمانہ	۱۲	۶۸
انساب	الساب	۶	۶۹
یہ پتہ نہ لگ سکا	اول یہ تو پتہ نہ لگ سکا	۱۳	۷۰
مضمحل سی	مضمحل سر	۳	۷۲
سفسطی	شفسطی	۸	"
وہی خیالات سیکھے۔	وہی خیالات	۱۴	"
دیوانون	دایوانون	۳	۷۵
کے لیت	کسے لیت	۱	۷۷
انکار کرنے	انکار کرے	۱۱	۸۰
دیئے جانیکے	دیے جانیکے	۱۴	۷۹
وصول کر لیتا ہے اور	وصول کر لیتا ہے	۱۱	۸۲
(فافہم وابتسم)	(فافہم واتبمہ	۵	۸۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ سماءاللہ کی صاحبزادیان

۱۱؍رمضان سنہ ۱۳۳۴ھ[1]

اظہارِ تقدس مقصود ہو تو گنہگار اور اعلانِ تورع منظور ہو تو خطاوار۔ یہ واقعہ ہے کہ مجھے مدۃ العمر مین شاید ہی کبھی چھپ چھپ کر اور کنسوئیان لیکر غیر عورتون کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا ہو۔ اور اگر شاذ و نادر کبھی ہوا بھی ہو تو یقیناً یہ پہلا موقع ہے کہ دو چھوڑ اکٹھی پانچ عورتون اور وہ بھی اونچے درجہ کی خاتونون کو باتین۔ اور وہ بھی ذاتی اور خاندانی گلے شکوے کرتے سُنا۔ اور سننے کے بعد یہ نہین کہ اس کان سنا اُس کان اڑا دیا بلکہ قلمبند بھی کیا اور قلمبند بھی کر لیا تھا تو قلمدان مین بند کیا بلکہ اب ڈھنڈورا پیٹے بیٹھا ہون۔

تمھاری اس بھری بستی مین مشکل سے کوئی سمجھدار متنفس ایسا نکلے گا جو شیخ سماءاللہ صاحب کو جانتا بلکہ اچھی طرح پہچانتا نہو۔ اور ایسا شخص تو اس سے بھی زیادہ مشکل سے ملیگا جسے شیخ صاحب سے دوستی یا دشمنی۔ محبت یا عداوت کا اچھا یا بڑا تعلق نہ ہو مگر آفرین ہے شیخ صاحب کو کہ انھین نہ دوستون کی دوستی کی پروا۔ نہ دشمنون کی دشمنی کا

[1] سمسی روز و ماہ کی تطبیق کلّی ملاحظہ ہو تقویم اعدباست سنہ ۱۹۱۶ء

کھٹکا۔ وہ اپنے حال مین مست اور اپنے خیال مین محو ہین اور اپنی شانِ رفعت نشان کے اعتبار سے اعلیٰ ادنیٰ دوست دشمن سب پر چھائے ہوئے ہین۔ وضعدار تو سینکڑون ہزارون دیکھے سُنے مگر وضعداری کی حد مین اس شخص نے حد کر دی کہ جو بات جس وقت پہلے دن کی تھی بھلا اس کا وقت ٹل تو جائے اور جس ترتیب اور جس سلسلے سے شروع کی تھی بھلا اس مین فرق پڑ تو جائے سیر کا جو وقت پہلے دن مقرر ہو چکا ہے۔ آندھی آئے مینھ آئے اولے پڑین۔ لُو چلے۔ اُس مین تبدیلی قیامت ہی آجائے تو آئے ورنہ کیا امکان۔ بڑھاپا آ گیا مگر وہی خم و چم۔ وہی آن و شان قائم ہے۔ وہی ایسی چال کہ جب چلتے ہین دوستون کے سر پر اور دشمنون کے جگر پر پانون دھرتے جھومتے جھامتے ہی چلتے ہین

نجرا خاتون کے ساتھ اُنکی شادی کا واقعہ میری۔ بلکہ مجھ سے زیادہ عمر والون کی یاد سے بہت پہلے کا ہے جس طرح یہ سچی بات ہے کہ شیخ صاحب ذات کے بہت اونچے اور بہت اونچون سے اونچے ہین اسی طرح یہ بھی سچی بات ہے کہ بیوی ذات مین اُن سے نیچی اور بہت نیچی گری ہوئی اور حد درجہ کی گری ہوئی ملی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کچھ کم سچی بات نہین ہے کہ اِس سے زیادہ اونچی ذات والی بیوی خدائی بھر مین ملنی ممکن نہ تھی۔ بیوی کی ذات اگر گری ہے تو میان ہی کی ذات سے گری ہوئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سینکڑون ہزارون لاکھون کروڑون۔ بیگمون اور خاتونون کی ذات کو نجرا خاتون کی ذات سے وہی نسبت ہے جو چھاچھ کو دودھ سے اور بھوسی کو گیہون سے

جن پانچ عورتون کی گفتگو باہمی کا مین نے اوپر ذکر کیا ہو کہ وہ انہی شیخ سمار اللہ صاحب کی صاحبزادیان ہین - جو انہی عنبرا خاتون کے بطن سے ہین - پانچون - باپ کے سایۂ عاطفت اور مان کے آغوش محبت مین پل بڑھ کر ماشا اللہ مرتب ہو چکی ہین اور اب اپنے اپنے گھرونکی مالک ہین -

مجھے تو خود اعتراف ہو کہ اشخاص کی عمر اشیا کی مقدار اور اجسام کے فاصلے کا اندازہ کرنے مین مجھے ہمیشہ غلطی ہو جاتی ہی - لیکن جو لوگ مقدار اور فاصلے اور عمر مین مردون کی عمر کا اندازہ ہمیشہ ٹھیک کر لیتے ہین - عورت ذات کی عمر کے اندازے مین وہ تک اکثر دھوکا کھا جاتے ہین - اِسلیے مین اِن خاتونون کی عمرین بقید سال و ماہ و روز نہین لکھ سکتا یہ ممکن ہو کہ قیاس و تخمین سے کچھ نہ کچھ کم زیادہ لکھ دیتا لیکن کمی مین تو مضائقہ نہین (اور مضائقہ کیسا ان خاتونون کی شکرگذاری کا باعث ہوتا) اگر خدا نخواستہ بندہ بشر ہے کہین زیادتی ہو جاتی تو قیامت ہی .. آ جاتی یعنی انھین مجھ سے مفت کی شکایت بلکہ عداوت پیدا ہو جاتی - سب مرد جانتے ہین کہ جو باتین عورتون کو ایسی ناگوار ہوتی ہین کہ نہ برداشت ہو سکین نہ معاف - اُن مین سے ایک یہ بھی ہو کہ اُن کی عمر کا تخمینہ بڑھا کر کیا جائے - اس لیے زمانہ کا رنگ دیکھتے ہوئے یہ امر قطعی خلاف مصلحت ہی کہ جس صنف مین آجکل اقتراعیات (سفرجیٹ) جیسی بہادران دریچہ شکن پیدا ہونے لگی ہین اُس کے پانچ افراد کو خواہ مخواہ اپنا دشمن بنالون - آخر میرے مکان مین بھی تو دریچے - روشندان - چوکھٹ - کواڑ - چھپر کھٹ - کھپرل - خدا کے

فضل سے سبھی کچھ ہین۔ بیٹھے بٹھائے ہلکی پھلکی جان کو فکر ہو لی ہے میری بلا۔

یہ جو پان کھائے آنکھون مین سرمہ۔ دانتون مین مسی اور ہاتھون مین مہندی لگائے ڈھیلا ڈھالا کرتہ پاجامہ پہنے۔ ہلکا دھانی دوپٹہ اوڑھے۔ قطب کو پیٹھ کیئے تکیہ لگائے بیٹھی ہین آسیہ بیگم ہین۔ جو عمر و تجربے کے اعتبار سے چال ڈھال کے اعتبار سے شکل وصورت کے اعتبار سے قد وقامت کے اعتبار سے سب مین بڑی ہین اور اسی لیے سب بھنین انھین بڑی آپا کہتی ہین۔ قیافہ بتا رہا ہے کہ بچپن اور جوانی کے دو پن عیش نہ آرام اور مسرت و اطمینان سے گذرے ہین تیسرا پن یعنے بڑھاپا آیا تو آلام و افکار کو ساتھ لایا جنھون نے کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ضبط کہتا ہے "خبردار جو ایک حرف بھی زبان سے نکالا" چنانچہ آفرین ہے اس کوہ وقار کو کہ چھاتی کے کواڑ بند کیے۔ دل مین حسرتین اور منھ مین گھنگھنیان بھرے بیٹھی ہے۔ مجال کیا جو دل کا ترجمان زبان کو ہلائے۔ آسیہ بیگم کے داہنے ہاتھ پر جو سیہ فام خاتون آدھی ساڑی باندھے اور آدھی اوڑھے۔ سر کے جھلسے اور اینٹھے ہوئے بالون مین کوڑیون اور چھوٹے موتیونکی لڑیان لٹکائے۔ گلے مین کہربا کے دانون کی مالائین۔ ہاتھون مین عاج کی چوڑیان اور پانؤن مین چپلین پہنے بیٹھی ہین اور جو سب مین زیادہ مفلوک الحال اور شکستہ بال معلوم ہوتی ہین افری خانم ہین جنھین آسیہ بیگم تو افری۔ افری کہتی ہین مگر باقی اور بھنین سانولی آپا کہکر پکارتی ہین۔ افری خانم کے داہنے ہاتھ کو جو دھاریدار سایہ پہنے ٹوپ اوڑھے۔ عینک لگائے ناک بھون چڑھائے سب سے زیادہ متین یا مغرور مگر یقیناً سب سے زیادہ متمول

الگ تھلگ بیٹھی بلکہ لیٹی ہین یہ امری خانم ہین جنھین آسیہ بیگم تو امری اور باقی بہنین "نئی باجی"، کہکر پکارتی ہین۔ آسیہ بیگم اور آفری خانم کے سامنے اور امری خانم کی طرف منھ کیے جو نیم مشرقی نیم مغربی وضع بنائے ننگے پاؤن۔ ساری باندھے۔ چھوٹا کوٹ پہنے۔ کالر لگائے۔ ٹوپ اوڑھے بیٹھی ہین یہ "برعکس نہند نام زنگی کافور" حسینہ بیگم ہین جنھین آسیہ بیگم اور امری خانم تو "حسینہ" کہتی ہین۔ باقی سب بہنین "دریائی بہن دریائی بہن"، کہکر پکارتی ہین۔ یہ چارون بہنین تو بیٹھی ہوئی ہین لیکن پانچوین جو غالباً کیا یقیناً سب سے چھوٹی ہین آسیہ بیگم کے داہنے ہاتھ سے کچھ فاصلے پر مغرب کی جانب آفری خانم کی پیٹھ پیچھے کھڑی ہوئی ہین جو کبھی ٹہل لیتی ہین۔ کبھی ٹھہر جاتی ہین۔ ان کا قد چھوٹا ہے مگر جسم گداز اور گٹھا ہوا۔ منھ مین سگرٹ۔ آنکھون مین گلابی ڈورے اور ہونٹون پر مسکراہٹ ہی جو اکثر قہقہے تک ترقی کر جاتی ہے۔ ان کی وضع قطع تو امری خانم سے بالکل ملتی جلتی ہی مگر مزاج مین زمین و آسمان کا فرق ہے "امری خانم" تو متین و خاموش یا مغرور و بدمغ یشکن در ابرو اور سرگرجبین۔ باہمہ و بے ہمہ الگ تھلگ سی بیٹھی یا لیٹی ہین۔ بہ خلاف اسکے یہ تیز وطرار اور شوخ و چالاک ہین جنھین ایک پہلو پر قرار نہین۔ سب سے ملتی جلتی بولتی چالتی ہین ہین۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اس میل جول بول چال۔ شوخی طراری مین تعلی تفوق اور نخوت و انانیت کا رنگ اچھا خاصا چمکتا اور جھلکتا نظر آتا ہے۔ ان کا نام شاید اسوجہ سے کہ ان کے پاس روپیہ بہت ہے یا شاید اسوجہ سے کہ ان کا رنگ نہایت سپید ہی "روپا بیگم" ہی اور سب

بہنیں انھیں روپا رو پا کہتی ہیں۔ حسینہ البتہ کبھی کبھی چھوٹی ھنّو کہتی ہے۔

اتنا لکھنے پایا تھا کہ ایک صاحب تشریف لے آئے۔ خاکسار ہوا تو اُن سے باتوں میں مشغول برخوردار ...... طیلعرہ جو ماشا اللہ اسکول کی ایک ابتدائی جماعت میں پڑھتا ہے اپنی اردو کی کتاب لیکر آ بیٹھا۔ آپ جانیے چھ سات برس کی عقل کی بساط ہی کیا۔ اب جو پایا اچھا کاغذ اور اچھا قلم تو شرارت کھو یا نا سمجھی صفحے کے بیچوں بیچ میں سطور ذیل لکھ ڈالیں۔

ایشیا سب سے بڑا بر اعظم ہی۔ افریقہ ایشیا سے مغرب کی طرف ہے اسے تاریک بر اعظم کہتے ہیں۔ امریکہ ۱۴۹۲ء میں دریافت ہوا اس لیے نئی دنیا کہلاتا ہی۔ اوشینیا۔ ایشیا سے جنوب و مشرق میں واقع ہے یورپ سب سے چھوٹا بر اعظم ہے۔

آیندہ کے لیے تو تنبیہ کر دی گئی مگر خیال ہوا کہ پٹھان کے بچے کی طرح مضمون نگاری کے میدان میں اُس کا وار خالی نہ جانا چاہیے۔ لہذا بچے کی تحریر بجنسہٖ شامل مضمون رہنے دی جسکے لیے ناظرین سے معافی طلبی کے بعد پھر سلسلۂ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

روپا ہو بڑی آپا سلام

آسیہ "جیتی رہو۔ ٹھنڈی سہاگن۔ دعا دینے کو تھی کہ دودھون نہاؤ۔ پوتون پھلو۔ مگر درخواست سے پہلے ہی منظوری کا اثر دیکھ رہی ہون۔ خود نہانا تو کوئی بات نہین تم تو دودھ سے دوسرون تک نہلوا رہی ہو۔ ماشا اللہ وہ کثرت ہو کہ ٹین کے ڈبون مین بند ہو ہوکر ایرا غیرا کے گھر پہنچ رہا ہے۔ پوتون کی یہ کیفیت کہ دھئی برامت مانیو مین ہو نستی نہین اور تمھاری سگی بہن ہوکر بھانجون ہونسون تو مجھ خالہ پر تف ہے) اپنے گھر کا تو ذکر کیا دوسرون کے گھرون مین ایسے پھل رہے ہین جیسے کڑوی تومڑی"

روپا "یہ سب آپ بزرگون کی دعا کا اثر ہے"

آسیہ "کہو بہن۔ ببرطو۔ فرسو۔ سلفو۔ المو۔ کہان تک نام لون سب بچی بچے اچھے ہین؟

روپا "جی ہان سب اچھے ہین"

آسیہ "ببرطو تو بیچارا بڑا اگو ہے۔ فرسو بانکا چھیلا ہے۔ شام ہوئی نہین کہ وہ خط بنوا مونچھین چڑھا ٹیڑھی ٹوپی رکھ بازار کی سیر کو نکلا۔ سلفو مٹا نیل ہے۔ بابا تیرا بھاری بھرکم۔ الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی۔ مگر سنتی ہون گھٹا ہے۔ المو کو مین نے عرصہ سے دیکھا نہین۔ پچھلی دفعہ جب تم لیکر آئی تھین تب تو بڑا شریر اور چلبلا بچہ تھا۔ مگر اٹھان ماشا اللہ اچھی تھی ہونہار اور چونچال ایسا تھا کہ دوسرے کو بچھاڑے

ملاحظہ ہو ملک سوپ یعنے دودھ کا صابون

روپا "جی ہان-اب تو بڑا ہوگیا ہے۔ جھگڑا لو بہت ہے۔ بھائیون کو چین نہین لینے دیتا-آپ نے برطو-فرسو-سلفو کو ایسا ہلا لیا ہو کہ ہر وقت آپ ہی کے پاس بنے رہتے ہین یہین بھتیر ابلواتی منگرواتی مگر آپ کا گھر انھین ایسا بھایا ہے کہ ہٹنے اور ٹلنے کا نام ہی نہین لیتے۔

آسیہ "اے ہے ٹلنا کیسا-آنکھون سُکھ کلیجے ٹھنڈک-ماں اور خالہ مین فرق ہی کیا ہوتا ہے-سنا نہین-کہ ماں مرے ماسی جیے-ہان اتنی بات ضرور ہی کہ تمھارے یہان کا سا عیش آرام مجھ غریب کے گھر کہان ؟"

روپا "آپا-برا نہ مانو تو کہون "

آسیہ "شوق سے کہو-بڑھون کے اچھا برا ماننے کی پرواجوان نہین کیا کرتے"

روپا "آپ کے گھر مین اس قدر غربت نہین جس قدر بدتمیزی-پھوہڑپن اور گھنون پن ہے-کسی کو کھانے کا سلیقہ نہین پہننے کا تمیز نہین-انتظام کی عقل نہین"

آسیہ "آہ سرد بھر کر" ہان بہن سچ کہا-خدا کی شان! کبھی ہم ہی آس پڑوس مین نینونا لے اور تمیز والے سمجھے جاتے تھے-سینا پرونا ہم جانتے تھے کھانا پکانا ہم جانتے تھے-لکھنا پڑھنا ہم جانتے تھے-آج پھوہڑ ہم-بدتمیز ہم-گندے ہم گھنونے ہم-مگر اس کی وجہ جانتی ہو-آیا پیسا آئی مت گیا پیسا گئی مت-گانٹھ مین دام تو سب کرین سلام۔

روپا :- تو اب آپ کے دام کہاں گئے ہ؟"

امری :- (آنکھ بھوں چڑھاکر) "کس نے کھا لیے ہ؟"

حسینہ :- (منھ بناکر) "کس نے چرا لیے ہ؟"

آسیہ (آہ بھرکر) کہاں گئے ہ! کس نے کھا لیے ہ! کس نے چرا لیے ہ! کیا جواب دوں ہ! بیٹیو دکھے جی کو اور دکھانے سے کیا فائدہ!

امری :- اپنی تو ہم کہتے ہیں پاک، دبیباک رہ۔ نہ ہمیں بڑی کے دھن سے غرض نہ چھوٹی کی دولت سے مطلب۔ نہ او دھوکا لینا نہ دھوکا دینا۔ اگر کبھی کبھار کچھ لیتے ہیں تو کچھ۔ سے کر ہی لیتے ہیں ویسے اپنے کا ہمیں حق کیا ہے"

آسیہ :- اے مری میں کچھ کہتی ہوں! میں نے تو لینے کا ہمیشہ گن مانا۔ دینے کا کبھی احسان نہیں جتایا۔ مگر منھ پر آئی بات۔ اب جو کہلواتی ہو تو کہتی ہوں "پیٹ کھلانے اور لیں اشرفیاں۔ دیا لوہا اور لیا سونا۔ مرے گھر سے آگ لائیں نام دھرا بسندر"

حسینہ :- بیوی اپنی تو ہم کہتے ہیں۔ ہم ناشکرے نہیں۔ کھاتے پیتے تو نمک چھوٹ جھوٹ نکلے۔ ہم تو بڑی باجی اور چھوٹی بجیو دونوں جانتے ہیں۔ انھیں کا جھوٹن کھاتے اور انھیں کا اترن پہنتے ہیں۔ اب سے پہلے ہمارے گھر میں تو چھوٹی بھانگ بھی نہ تھی جب سے انھوں نے مرلی سے جو جھے پیر توا

اور گھڑے پر کٹورا ہوا ہے۔ ان کے بچے آنے تو گھر گلزار ہو گیا۔

آسیہ:۔ بیوی۔ مجھے بحث کرنا منظور نہین۔ اڑی اڑی بات طاق بیٹھے۔ بیل کا بیل سوئی کا بھالا۔ بات کا بتنگڑ بن جائے۔ اچھے جی برے ہو جائین۔ اس لیے جو تم کہتی ہو سچ ہے۔

روپا:۔ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ پیچھے سے دنا دن دنا دن توپون کی گھن گرج آواز سنائی دی۔ سب نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو آگ کے شعلے بلند ہین۔ روپا یہ دیکھ کر یہ کہتی ہوئی گھر کو بھاگی۔ ہی ہی جوان مرا المو بھائیو نے لڑ پڑا۔

آسیہ: بہن گھبرانا نہین اللہ تیرے گھر مین ٹھنڈک سہاگ رکھے ہین۔ چھنو منو کو ابھی بھیجتی ہون۔ اور ماں جی تو سے بھی کہتی ہون کہ وہ بھی اسپ نوکر چاکر لے کر جلد پہونچے۔

راقم

دیگر از خو لیشتم خبر نبود تکلف برطرف
اینقدر دانم کہ غالب نام یارے۔ انتہم

تلوّن

رات کے گیارہ بجے۔ خالی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔ اپنی عسرت پر غور کرتا ہوا
طیب، وگرینس ریسٹران کی طرف سے اپالو بندر کی طرف جا رہا تھا۔
عموماً اس کی بے پروائی اور بے فکری۔ آئے دن کے مصائب و نوائب کا
کوئی دیرپا اثر اس کی طبیعت پر نہیں رہنے دیتی تھی اور اس لڑائی میں جو روزانہ
اسے قسمت کے ساتھ لڑنی پڑتی تھی۔ اگر وہ غالب نہیں ہوتا تھا تو کم از کم غیر مغلوب
ضرور رہتا تھا۔ مگر آج کی سردی اور گرسنگی کی شدت۔ اس کی بے پروائی اور
خوش مزاجی پر فی الجملہ غالب ہو گئی اور یہی کے ابنائے جنس کے ساتھ ایک فوری
جذبۂ بغض نے۔ اس کے تمام وجود کو۔ ادنا بنا دیا۔
آخری چوانی جو گذشتہ شام کو اس کے پاس موجود تھی۔ کچھ دیر بعد ہی اپنی
سب سے [illegible] کر کے [illegible]۔ [illegible] فروش کے صندوقچے میں پہنچ چکی تھی
جس کی وجہ سے آج صبح کو [illegible] ناشتہ اور شام کے
کھانے سے قطعاً محروم ہونا پڑا تھا [illegible]

سے مکاندار نے اسے مکان سے بھی نکال باہر کیا۔ ایسی حالت مین زمانے کی
اِس سفلہ نواز اور سوسائٹی کی اِس خارج از اعتدال روش پر۔ اُسے جسقدر غصہ
نہ آئے تھوڑا ہے کہ جبوقت بمبئی کے دولتمند سیٹھ ساہوکار جو الف ۔ بے کے نام تک بھی نہین جانتے
تاج محل مین ڈنر اڑا کر موٹرون مین جارہے ہون تاکہ اپنے پر تکلف منازل عیش مین
مخملی گدون والی مسہریون پر محو استراحت ہون بمبئی یونیورسٹی کا ایک گریجویٹ اور
فلسفہ و اقتصادیات کا ماہر گلیون مین بے آب و نان اور بے خانمان پھر رہا ہو جسے
حضرت عیسیٰ کی طرح پڑ رہنے کو بھی جگہ نہین۔
انھین تاریک خیالات کے پیچ و تاب مین اسکے قدم آہستہ آہستہ اُسے منزل
غیر مقصود کی طرف لیے جارہے تھے کہ اپالو بندر کا "پیولین" آگیا۔ خدا جانے وہ
یہان کھڑا ہوا اپنی حالت پر کب تک غور کرتا رہتا کہ کسی کے پاؤن کی آہٹ معلوم
ہوئی اور وہ ذرا تاریکی مین ہٹ گیا۔ ایک شخص نہایت آہستہ آہستہ آیا اور اُس سے
کوئی دو گز کے فاصلے پر منڈیر کے قریب کھڑا ہو گیا۔ طیب کو اُس نے بالکل نہین
دیکھا۔ یہ شخص اپنے خیالات مین اِس درجہ مستغرق تھا اور سمندر کی طرف اس طرح
ٹکٹکی لگائے دیکھتا تھا کہ طیب اپنی گرسنگی اور بے خانگی سب بھول گیا اور اس کی
طرف متوجہ ہوا۔ طیب کی نگاہ تیز تھی اسلیے اُس نے ایک ہی نظر مین دیکھ لیا کہ وہ
ایک خوش پوش متوسط القامت اور خوبصورت نوجوان ہے۔ طیب تعجب و دلچسپی سے
اسکی طرف دیکھ رہا تھا کہ نوجوان نے اپنے دونون ہاتھ منڈیر پر رکھدیے اور ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ وہ سمندر میں کودنے کے لیے تیار ہے۔ مگر ایک منٹ ایسی حالت میں رہنے کے بعد وہ منڈیر پر چڑھ گیا اور اسطرح بیٹھ گیا کہ ایک پاؤں سمندر کی طرف لٹکا ہوا اور ایک پاؤں بندر کے چبوترے کی طرف۔

طیب نے اس سے زیادہ تاریکی میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور قریب آکر اجنبی کی خشکی کی طرف والی ٹانگ پر ہاتھ رکھدیا اور کہا:-

معاف کیجیے۔ اجازت ہو تو میں دریافت ....

اجنبی :- ابے تو کون ہے؟ اور میری ٹانگ کیون کھینچتا ہے۔

طیب :- جناب عالی! اس وقت جس شخص کو جناب کی پابوسی کا فخر حاصل ہوا ہے وہ طیب ایم، اے ہے۔ ممکن ہے کہ جناب نے خاکسار کا نام نہ سنا ہو۔ یقین فرمایئے کہ میں جناب کی ٹانگ کھینچنے کی گستاخی کا مرتکب نہیں ہوا ہون بلکہ میں نے صرف ایک سوال پوچھنے کے لیے جناب کو متوجہ کرنے کی جسارت کی ہے۔"

اجنبی :- سوال؟ مجھ سے؟ اچھا کیا سوال ہے؟

طیب :- محض اتنا۔ کیا آپ خودکشی کرنا چاہتے ہیں؟

اجنبی :- اور اگر میں کرنا چاہون تو کیا تم مجھے روکو گے؟

طیب :- خدا نہ کرے کہ میں روکون۔ میرا آپ نے کیا بگاڑا ہے۔ میں آپ کے خانگی معاملات میں دخل دینے والا کون؟ مگر بات یہ ہے کہ میں ایک غریب آدمی ہون۔"

اجنبی ”غریب، تمھاری غریبی کو میری خودکشی سے کیا تعلق ہے“

طیب ”جی کچھ نہین مگر ایک اعتبار سے بہت کچھ ہے“

اجنبی ”بہت کچھ کس اعتبار سے“؟

طیب ”اس اعتبار سے کہ جناب سمندر مین رونق افروز ہونگے تو میری راے ناقص مین جناب کی جیب کا زر نقد جناب کی عینک جناب کی گھڑی جناب کی انگوٹھی یہ سب چیزین جناب کے ساتھ سمندر مین جائین گی۔ جو وہان غیر مطلوب اور بے مصرف ہونگی۔ یہ اسراف کی ایک ایسی شکل ہوگی جسے مین بحیثیت ماہر اقتصادیات کسی طرح جائز نہین سمجھتا۔ جناب خیال فرمائین کہ سمندر کے اندر جناب کو نہ کسی چیز کے خریدنے کے لیے روپیے پیسے کی ضرورت ہو نہ وقت دیکھنے کے لیے گھڑی کی۔ نہ دور کی چیز دیکھنے کے لیے عینک کی۔ اور نہ نمایش کے لیے انگوٹھی کی آپ تو ایسے عالم مین پہونچ جائین گے جہان بغیر صرف کیے ہر چیز ملے گی لیکن یہ ناکسار ابھی تک عالم مادی اور دنیا کے اسباب مین گھرا ہوا ہے اور خواہشات نفسی سے آجکل نان شبینہ کو محتاج ہے ایسی حالت مین ان اشیا کا بحیثیت غریب کے مین زیادہ حقدار ہون“

اجنبی کا طیب کی باتون مین ایسا جی لگا کہ اس سے رو در رو ... نے کے لیے اس نے وہ پاؤن بھی جو سمندر کی طرف لٹکا رہا تھا چبوترے کی طرف کر لیا اور طیب سے کہنے لگا:۔

"تو تم غریب ہو؟"

طیب "غریب اور بہت غریب یتیم بھوکوں مر رہا ہون۔ اور آج شام سے رہنے کو مکان بھی نہین"

اجنبی "تب تم ایک کام کیون نہین کرتے"

طیب "جناب وہ کیا؟"

اجنبی "چلو ہم تم ساتھ ڈوب کر خودکشی کرلین"

طیب "جناب معاف فرمایئے۔ ڈوب کر خودکشی کرنا آپ کو پسند ہو۔ مگر مین ابھی اور زندہ رہنا چاہتا ہون۔ اگرچہ ہر چیز نے میرا ساتھ چھوڑ دیا مگر امید کی ایک ہلکی سی شعاع نے ابھی تک میرا ساتھ نہین چھوڑا ہے۔

اجنبی "میری رائے مین تو تمھاری مشکلات کا خاتمہ اس سے بہت جلد ہو جاتا مگر چونکہ تم اس کو پسند ہی نہین کرتے لہذا مجبوری۔ اور اگر سچ پوچھو۔ پسند تو مین بھی نہین کرتا۔

طیب "مگر آپ کے لیے تو شاید خودکشی ناموزون نہ ہوگی، کیونکہ آپکے پاس خودکشی کرنیکے قوی وجوہ ہونگے۔

اجنبی "مگر اب تو تم نے میرے خیالات کی رو کو ایسا روک دیا کہ اب مین اس کے لیے طیار نہین۔ اگر تم اُس وقت میرا پاؤن پکڑ کے باتون مین مشغول نہ کرلیتے تو اب تک تو ......

طبیب جناب تو ابھی وقت ہے آپ صرف اتنا کریں کہ اپنے جسم پر سے غیر ضروری اشیاء میری جیب میں منتقل فرمادیں اور اسکے بعد یہاں سے وہاں تک کا راستہ"

...... (طبیب کے منہ پر ہاتھ رکھ کر) اجنبی خدا کے لیے رہنے دو"

(یہ کہکر اور طبیب کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اجنبی دھم سے چبوترے کی طرف کود پڑا اور قریب ہی کی ایک بنچ پر جا بیٹھا۔ طبیب بھی پاس آگیا۔

اجنبی بھئی بات یہ ہے کہ میں ایک متلون مزاج آدمی ہوں اور اپنے جذبات سے جلد مغلوب ہوجاتا ہوں۔ مگر اب وہ جذبہ اور غلبہ فرو ہوگیا (کچھ سوچ کر) میں بڑا احمق تھا جو اپنی جان عزیز ایک عورت کی بے اعتنائی.......

طبیب عورت ؟ لاحول ولاقوۃ ! میں سمجھتا تھا کوئی نہایت اہم معاملہ ہوگا جس کی وجہ سے آپ دنیا کو خیرباد کہنا چاہتے تھے۔

اجنبی مجھے نہایت خجالت کے ساتھ اعتراف ہے کہ خودکشی کی وجہ تو ایک عورت کی بے اعتنائی ہی تھی۔ بھائی صاحب ! کبھی آپ سے بھی کسی عورت نے بے اعتنائی کی ہے۔

طبیب جی ہاں۔ مگر صرف ایک ہی عورت ہے جو اکثر بے اعتنائی کرتی ہے اور جس سے آپکی بھی شناسائی ہے۔

اجنبی میری شناسائی ہے ! اور آپ سے بے وفائی کرتی ہے ؟ وہ کون عورت ہے ؟

طبیب خاتون دولت۔ اگر آج آپ اپنی جیب کے غیر ضروری بوجھ کو میری

جیبون مین منتقل فرما کر خلوت گاہ بحر مین آرام فرماتے تو یقیناً آج مجھ سے خاتون صاحبہ ہمکنار ہوتین مگر اب تو........

اجنبی ارے بھئی بھول گئے چلو گرینس ریسٹوران مین پہلے تمہارے معدے کی مرمت کرائین پھر دیکھا جائیگا۔

طیب اس مین شک نہین کہ آج مین دن بھر کا بھوکا ہون مگر ابھی ایسی حالت نہین ہے کہ مین بھیک مانگنے کے لیے مجبور ہو جاؤن۔ اب حالت بدل گئی ہے جبتک یہ سوال درپیش تھا کہ آیندہ عینک۔ گھڑی۔ انگوٹھی اور پاکٹ بک کا مالک سمندر ہے یا مین۔ تو مین اپنے دعاوی کو ترجیح دیتا ہے لیکن اب جناب مین گرسنہ ہون گداگر نہین ہون۔

اجنبی ارے بھائی۔ تمھاری یہ جوابدہی ہی میرے لیے وجہ ممنونی ہے دوسرے الفاظ مین یون کہو۔ اگر تمھارے آج کے کھانے کی قیمت میری زندگی کی قیمت تھی تو کم از کم اس شے کی قیمت کے بقدر تمھارا مقروض ہون جسے آج تم نے بچایا ہے۔ اسے بھی جانے دیجیے مین آپ کی اسوقت دعوت کرتا ہون اور بحیثیت ایک جنٹلمین کے آپ کو اسے قبول فرمانا چاہیے۔

طیب خاموش ہو گیا۔

سامنے سے ایک وکٹوریہ نکلی جسے اجنبی نے روک لیا اور دونون سوار ہو کر ملابار ہل کی طرف چلے راستے مین اجنبی نے بتایا کہ اس کا نام سہراب جی فردون جی

پالکی والا ہی۔ مکان پر پہونچکر سھراب جی نے طیب کو پہلے تو خوب کھلایا پلایا اور اس کے بعد دونوں باتوں میں مشغول ہو گئے۔ سھراب جی نے اپنی ناکامی محبت کا قصہ چھیڑ کر "بختل بیتی" پڑھنے آیا تو ٹوپا اُٹھا کر طیب کو دکھایا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس کی بے وفائی نے آج مجھے اپنی قبر میں سونے کے لیے مجبور کیا

طیب۔ بھائی سھراب جی جب آپ نے مہربانی کر کے مجھے اپنے ذاتی حالات سے مطلع کیا ہے تو مجھے یہ سوال کرنے کی اجازت دیجیے کہ آپ کی محبوبہ نے کن الفاظ میں آپ سے انقطاع محبت کیا۔

سھراب جی۔ اُس نے آج کے خط میں جو کچھ لکھا اس کا ملخص یہ تھا کہ وہ ایک شخص مہربان جی کی محبت کے علاوہ اپنے باقی عشاق کی محبت پر میری محبت کو ترجیح دیتی تھی اور چونکہ مہربان جی کے حقوق محبت کے تقدم و ترجیح کو وہ نظر انداز نہیں کر سکتی لہذا افسوس کہ وہ میرے ساتھ شادی نہ کرنے پر مجبور ہے۔

طیب۔ اب دو تین باتیں اور بتا دیجیے۔ اس لڑکی کا نام اور مہربان جی کے تفصیلی حالات آپ کو جہاں تک معلوم ہوں۔

سھراب جی۔ لڑکی کا نام تھمینہ ہے۔ یہ کسی دولت مند خاندان کی لڑکی نہیں ہے۔ گرانٹ میڈیکل کالج میں پڑھتی ہے اور اس سال امتحان میں شریک ہونے والی ہے۔ مہربان جی کے متعلق میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ اس کا نام مہربان جی بھنجی موٹر والا ہے۔ کہیں کمسریٹ میں نوکر ہے۔

ٹیپو۔ اب جبکہ آپ اس خاتون سے مایوس ہو چکے ہین۔ کیا آپ مجھ پر اتنا اعتبار کرینگے
کہ اس کا آخری خط کسی دن تھوڑی دیر کو مجھے دیدین۔

سہراب جی۔ جب چاہو لے لینا مگر شرط یہ ہے کہ واپس دیدینا۔

طیب کو چونکہ علم تھا کہ آج بمبئی جیسے غدار شہر مین کوئی چھت نہین ہے جسکے نیچے وہ رات بسر کر سکے لہذا سہراب جی کی اس دعوت کو کہ آج کی رات وہ اُسی کے بے تکلف مکان مین بسر کرے اُس نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور تھوڑی دیر کے بعد دونون اپنی اپنی چارپائیون پر سو رہے۔

× × × × ※ × × ×

صاحب۔ مہربان جی بمبئی سے کلرکون اور اسسٹنٹون کی جو مانگ آئی ہے اُس کے متعلق ماتحت دفترون کے کلرکون سے دریافت کرو کہ وہان جانے کے لیے کون کون شخص رضامند ہے ہماری رائے مین تنخواہ اسقدر زیادہ ہے کہ بہت سے آدمیون کو وہان جانے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ اگر تم خود جانا چاہو تو ہم بڑی خوشی سے تمھاری سفارش کر سکتے ہین۔ تنخواہ بہت معقول ہے اور آیندہ ترقی کے لیے تمھارا استحقاق بہت زیادہ ہو جائیگا۔ تمھاری غیر حاضری مین یہان کا انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ تمھارے اسسٹنٹ کو تمھاری جگہ پر مقرر کر دیا جائیگا اور اُس کی جگہ اُس سے نیچے درجے والے کو مل جائیگی جب تم واپس آؤگے تو [illegible] جگہ تمھارے لیے خالی کر دی جائیگی مہربان صاحب نے رخ کی چٹھی پر لکھا ہے

کہ اگر تم وہان آگئے تو بہت اچھا ہوگا۔ اگر تمھاری مرضی ہو تو ہم تمھاری سفارش
کرین گے یہ سب تمھاری مرضی پر ہے۔
مہربان جی۔ حضور کی پرورش ہے مگر مین اپنی خوشی سے تو بالفعل ہندوستان سے
باہر جانا چاہتا نہین ہون۔
صاحب۔ یہ کیون ؟"
مہربان جی۔ حضور میری شادی ہونے والی ہے۔ مین جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا
ہون۔ اُس نے وعدہ کرلیا ہر کہ بہت جلد وہ مجھ سے عقد کرلے گی۔ ایسی حالت
مین مین اپنی مرضی سے تو ابھی باہر جانا نہین چاہتا۔ اگر حضور مجبور کرین گے تو مین
نہین جانتا کہ مین کیا کرونگا۔
صاحب۔ نہین تو ہم تمھین مجبور نہین کرتے۔
مہربان۔ تو حضور مین بالفعل ہندوستان سے باہر جانا نہین چاہتا" مہربان جی یہ کہکر
اپنی میز پر آبیٹھے اور دفتر کے کام مین مشغول ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد چھٹی رسان
نے ان کی ذاتی ڈاک دفتر ہی مین جا کر دی۔ مہربان جی سرکاری کام کو اپنے
ذاتی کام پر ترجیح دینے کی وجہ سے اپنے خانگی خطوط ہمیشہ سرکاری کام سے فارغ
ہونے کے بعد فرصت کے وقت مین یا مکان جا کر پڑھا کرتے تھے۔ مگر آج کی
ڈاک مین ایک خط تھا جسکی شان تحریر پر نظر پڑتے ہی انھین محسوس ہوا کہ جبتک
وہ اس خط کو نہ پڑھ لین دفتر کا کام کرنا محال ہے لہذا کچھ دیر سوچنے کے بعد انھین

اپنا اصول توڑنا ہی پڑا اور خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ دفتر کے صیغہ مراسلت کا
کام مہربان جی کے سپرد تھا لہذا کثرت مزاولت کی وجہ سے وہ ہمیشہ طویل سے طویل
مراسلے کو صرف ایک ہی مرتبہ پڑھ کر اسکا مسودۂ جواب تیار کرتے تھے۔ مگر اس مختصر سے
خط کو انھوں نے کوئی تین چار مرتبہ پڑھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر بھی مفہوم اُن کی
سمجھ مین نہ آیا۔

ناظرین سے یہ کہنے کی ضرورت نہین کہ یہ خط مس تہمینہ کا تھا جس کا ملخص یہ تھا
کہ وہ ایک شخص سہراب جی کے محبت کے علاوہ اپنے باقی عشاق کی محبت پر مسٹر مہربان جی
کی محبت کو ترجیح دیتی ہے اور چونکہ سہراب جی کے حقوق محبت کے تقدم و ترجیح کو وہ نظر انداز
نہین کر سکتی لہذا افسوس کہ وہ مہربان جی کے ساتھ شادی نہ کرنے پر مجبور ہے۔

کئی مرتبہ اِس خط کے پڑھنے کے بعد مہربان جی سر پکڑ کر اپنی کرسی کو تکیہ لگا کر بیٹھ گئے
اور تھوڑی دیر تک سوچتے رہے۔ آخر کار وہ اپنی کرسی پر سے اُٹھے اور سیدھے صاحب
کے کمرے مین گئے۔

صاحب۔ ول مہربان جی"

مہربان جی۔ حضور مین نے یہ طے کیا ہے کہ مین خود بھی بصرہ چلا جاؤن۔ لہذا دفتر کا انتظام
فرما کر مجھے وہان جانے کے لیے سبکدوش فرما دیجیے۔

صاحب۔ مگر ابھی تو تم نے کہا تھا کہ تمھاری شادی ہونے والی ہے اور بالفعل تم ہندوستان سے
باہر جانے کے لیے تیار نہین ہو۔

مہربان جی۔ مگر اب میں نے اپنی رائے تبدیل کر دی ہے۔

صاحب اسکے اسباب ہونگے۔

مہربان جی۔ جی ہاں حضور اس کے اسباب ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد وہاں چلا جاؤں۔

صاحب یہ سمجھے کہ غالباً شادی میں ابھی عرصہ ہے اور مہربان جی چاہتا ہے کہ بصرے کی ملازمت میں سے کافی رقم پس انداز کرے تب شادی کرے

صاحب۔ جنرل صاحب نے لکھا ہے کہ جو کلرک شرائط مندرجہ پر آنے کو تیار ہوں وہ بلا مراسلت مزید فوراً ہندوستان سے روانہ ہو جائیں لہذا اگر تم چاہو تو جہاز ڈھونڈ لاؤ جو آج سے چوتھے روز جانے والا ہے سوار ہو جاؤ

مہربان جی۔ چار روز کیسے میں تیار ہوں کہ آج ہی چلا جاؤں۔

اپالو بندر پر مجمع ہے۔ لیڈیاں اور جنٹلمین دریا کنارے کھڑے اور بنچوں پر بیٹھے سیر کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ گذر گاہ عام سے علیحدہ طیب اور سہراب جی ایک بنچ پر بیٹھے سرگرم گفتگو تھے کہ سہراب جی کی نظر دفعتہً اٹھ گئی۔ اس نے طیب کو اشارہ کیا کہ "یاٹ کلب" کی طرف سے جو گاڑی آ رہی ہے اس میں تہمینہ ہے۔

طیب نے سہراب جی سے کہا "آپ میری فہم و فراست کے بڑے مداح ہیں اگر واقعی آپ کو میری عقل پر بھروسہ ہے تو جو میں عرض کروں اس پر عمل کیجیے"

سہراب جی۔ دیکھیے!!

طیب۔ آپ مہربانی سے تشریف لے جائیے اور ممکن ہو تو سیدھے اپنے مکان

کو جائیے۔ میری فکر کرنے کی وجہ مجھ سے نہ پوچھیے۔

سہراب جی بیچارہ بہت اچھا، کہکر چلا گیا

تہمینہ آکر ایک بنچ پر بیٹھی ہی تھی کہ طیب اپنے ایک دوست کو لیکر اسکے

قریب والی بنچ پر جا بیٹھا اور ایسی آواز مین اُس سے باتین کرنے لگا کہ تہمینہ

بخوبی سُن سکے۔

طیب۔ ارے یار پیسی! تم نے مہر جی کا واقعہ سُنا؟

پیسی کون مہر جی؟

طیب۔ وہی مہربان جی جو ہمارے تمہارے ساتھ "سینٹ زیویر" مین تھا۔

پیسی۔ وہ تو کمسریٹ مین ہے۔

طیب۔ ہان وہی بیچارے کو ایک دم پلٹن کے ساتھ جانے کا حکم ملا تھا۔ اب اسکی

موت کی اطلاع ملی ہے۔

پیسی۔ کیسے مرگیا؟

طیب۔ لڑائی مین جانا موت کے منھ مین جانا تو ہی۔ یہ کیا پوچھنا کیسے مرگیا

پیسی۔ بہت افسوس ہوا۔

پیسی طیب کے اشارے سے یا خود بخود وہان سے اُٹھ کر چلا گیا اور طیب نے

رہا۔ اسراپنی خطر اور وہ ایک کشتی کی طرح چل دی جو بحری قلعہ کی طرف سے گھر رہی تھی۔

تہمینہ نے طیب اور بیبی کی گفتگو کا حرف حرف سنا تھا۔ لاکھ ضبط کرنا چاہا مگر نہ ہو سکا مجبور ہو کر اُس نے طیب سے بلا معرفت سابقہ گفتگو شروع کی۔

تہمینہ:۔ کیا میں پوچھ سکتی ہون کہ آپ کس مہربان جی کا ابھی ذکر کر رہے تھے۔

طیب۔ مہربان جی بھنجی مرٹروالے کا۔

تہمینہ۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ....

طیب۔ میرے ایک دوست نے جو اسکے ساتھ کسرٹ مین نوکر ہو لکھا ہو کہ بیچارہ مارا گیا۔

تہمینہ۔ ممکن ہو کہ آپ کے دوست نے کچھ غلطی کی ہو۔

طیب۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے۔ ہر وقت کا ایک جگہ رہنا سہنا۔ اس مین غلطی کا احتمال کیا؟ معاف کیجیے آپ کو مہربان جی سے کیا واسطہ؟

تہمینہ۔ (ٹھنڈی سانس لیکر) مین بھی اُسے جانتی ہون۔

طیب۔ مجھے معلوم ہو کہ بیچارے کی شادی ہونے والی تھی۔ اگر دفعتہً نہ چلا جاتا تو شاید ہو بھی چکی ہوتی۔

تہمینہ۔ نہایت افسوس ہوا۔

طیب۔ مین نے سُنا ہو کہ وہ لڑکی گرانٹ میڈیکل کالج مین پڑھتی ہو اور امسال امتحان مین شریک ہونے والی ہے اور اگر میرا حافظہ غلطی نہین کرتا تو ایک مرتبہ

مہربان جی نے اُسے دور سے مجھے دکھایا بھی تھا۔ لانبا قد ہے بڑی سیاہ آنکھیں ہیں۔ پتلے ہونٹ ہیں۔ میدے اور شہاب کی سی رنگت ہے۔

تہمینہ اپنا حال سنکر شرمندہ ہو گئی اور شرم سے آنکھیں نیچی کرلیں۔

طیب۔ مجھے اِس بیچاری لڑکی سے دلی ہمدردی ہے۔

تہمینہ جس کے دل و دماغ کا اندازہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔ اس کا کچھ جواب نہ دے سکی۔

طیب۔ معاف کیجیے میں ایک سوال کرون۔

تہمینہ۔ فرمایئے۔

طیب۔ آپکی۔ رائے مین اس لڑکی کو کیا کرنا چاہیے

تہمینہ۔ مین کیا بتا سکتی ہون۔

طیب۔ آپ قیاساً بتایئے کہ اسے کیا کرنا چاہیے

تہمینہ۔ مین کچھ نہیں کہہ سکتی۔ آپ ہی بتایئے کہ اُسے کیا کرنا چاہیے

طیب (جو اسی موقعے کا منتظر تھا) میری رائے مین تو اُسے اپنی زندگی تباہ نہ کرنی چاہیے اور کسی ایسے شخص سے جس سے اُسے مہربان جی کے بعد سب سے زیادہ محبت ہو شادی کر لینا چاہیے۔

تہمینہ نے یہ سُنکر ایک آہ سرد بھری اور گردن نیچی کرلی۔

طیب۔ مجھے اگر وہ لڑکی ملے تو مین اُسے یقیناً یہی صلاح دون کہ مہربان جی کے بعد

جس کا نمبر دوسرا ہو اور جس سے اُسے دوسرے درجہ پر محبت بھی ہو شادی کر لینی چاہیے اگر آپ اِس قابل ہمدرد لڑکی سے ملین تو مجھے اُمید ہے کہ آپ اسے یہی صلاح دینگی بلکہ آپ اُس سے یہ کہہ سکتی ہین کہ یہ ایک بڑے تجربہ کار شخص کی رائے ہے"

دوسری صبح کو ڈاک سے سہراب جی کے پاس تہمینہ کا خط پہونچا۔ جس مین لکھا تھا کہ آج شام کو مجھ سے "بینڈ اسٹینڈ" پر ملو

سہراب جی۔ یار طیب جانتے ہو مین اس وقت کہان سے آرہا ہون۔

طیب (زمین پر لکیرین کھینچکر) میرا نجوم یہ کہتا ہے کہ تم بینڈ اسٹینڈ سے آرہے ہو۔

سہراب جی۔ ارے اچھا بتاؤ کس سے مل کر آرہا ہون؟

طیب (زمین پر اور زیادہ لکیرین کھینچکر) [illegible] پر بیٹھ کر مس تہمینہ سے ملکر

سہراب جی ارے یار تو تو بڑا جادوگر ہے! اچھا تو نے بینڈ اسٹینڈ پر مجھے تہمینہ سے باتین کرتے دیکھا ہوگا

طیب۔ قسم لیلو جو مین تو "جیکسن سرکل" سے ابھی سیدھا آرہا ہون۔

سہراب جی۔ اچھا بتاؤ وہان کیون گیا تھا؟

طیب (کچھ لکیرین کھینچکر اور کچھ حساب کرکے) نجوم تو یہ کہتا ہے کہ تہمینہ نے خط بھیجکر تمھین بینڈ اسٹینڈ پر بلایا تھا

سہراب جی۔ ارے یار تو تو سچ مچ نجومی ہی۔

طیب۔ اور میرا نجوم اس سے بھی زیادہ بتاتا ہے۔

سہراب جی۔ وہ کیا؟

طیب۔ وہ یہ کہ اگر تم۔ آج کیا تاریخ ہے؟

سہراب جی۔ پچیس۔ ہاں تم کیا کہہ رہے تھے کہ اگر تم۔

طیب۔ اگر تم اصرار کرو تو اگلے مہینے کی دس تاریخ کو مس تہمینہ ہماری بھابی جان ہو جائیں۔

سہراب جی۔ مگر یار یہ راضی کیسے ہو گئی۔

طیب۔ آپ بڑے گدھے ہیں

سہراب جی۔ کیوں۔

طیب۔ یوں کہ آپ کی عقل سمجھنے سے قاصر ہی کہ تہمینہ کیسے راضی ہو گئی۔ کچھ تم نے اُس سے پوچھا بھی؟

سہراب جی۔ مجھے اس نے جس وقت یہ کہا کہ اُس نے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی ہی اور اب وہ خیال کرتی ہی کہ میرے ساتھ شادی کر کے وہ زیادہ خوش رہے گی تو مجھ پر ایک ایسی مسرت طاری ہوئی کہ میری زبان بند ہو گئی۔ اسکے علاوہ اس بات کے پوچھنے کا کیا موقع تھا کہ اُس نے اپنی رائے کیوں بدلی۔

طیب۔ اب تو یار لوگوں کو مٹھائی کھلاؤ۔

سهراب جی۔ اِس مین آپ نے کیا کیا ہو جو مٹھائی کھلاؤن۔
طیب۔ ہم نے یہ کیا کہ تہمینہ کو تمھارے ساتھ شادی کرنے پر راضی کرلیا۔
سہراب جی۔ سچ بتاؤ تم نے راضی کرلیا؟ کیسے راضی کرلیا؟
طیب۔ تمھین یاد ہو کہ تم نے اپنی ناکامی کا حال بیان کرتے ہوئے اپنے رقیب کا نام مہران جی بتایا تھا؟
سہراب جی۔ جی ہان بتایا تو تھا
طیب۔ بس اسی وقت مین نے سمجھ لیا کہ اب طیب کا دماغ سہراب جی کی شادی تہمینہ سے کرادیگا۔
سہراب جی۔ وہی تو بتاؤ کیسے؟
طیب۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ آپ کا رقیب ایک شخص مہربان جی بھنجی موٹر والا ہو جو کمسریٹ مین نوکر ہو اسکا صحیح پتہ لگانا کیا مشکل تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مین نے آپ سے مس تہمینہ کا آخر خط مانگ لیا تھا۔
سہراب جی۔ ہان یاد ہے۔
طیب۔ آپ کو یہ سنکر پر لطف حیرت ہوگی کہ جس روز مجھے آپ نے وہ خط دیا اس کے چوتھے پانچوین روز قریب قریب اِسی مضمون کا ایک خط مہربان جی کے نام بھیجا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تہمینہ کو اطلاع کیے بغیر فوراً بصرے کو روانہ ہو گیا پھر یارون کے دماغ نے وہ کام کیا جس کا نتیجہ آج کی ڈاک نے آپ کے سامنے

پیش کیا۔

اس کے بعد طیب نے سہراب جی سے وہ واقعات بیان کیے جو اپالو بندر پر پیش آئے تھے۔

اگلے مہینے کی نو تاریخ کے بمبئی سماچار کے لوکل کالم میں یہ خبر درج تھی کہ آج شام کو بمبئی کے پارسی لکھ پتی مسٹر سہراب جی فردون جی پالکی والے کی شادی مس تہمینہ فرامجی کے ساتھ "آل بلس" باغ میں ہو گی۔

بدایون کی نمایش

تاریخ کچھ ہی کہے کہ سرکار بدایون، سلطنت مغلیہ کا بہترین صوبہ، اور بلدہ بدایون حاکم نشین شہر تھا؛ ہم نے تو یہی دیکھا کہ یہاں کے لوگوں کو کپڑے کی خریداری کے لیے بریلی بھیت، شکر کے لیے ہاترس، اور برتنوں کے لیے فرخ آباد جانا پڑتا تھا۔ کپڑے شکر اور برتنوں کی، خریداری کے لیے باہر جانا تو پرانی بات ہوگئی، علم خریدنے کے لیے بریلی ہائی اسکول اور انصاف خریدنے کے لیے ججی شاہجہان پور جانا تو ابھی کل کی بات ہے!

ہمیں تو یہ بھی یاد ہے کہ بدایون سے بارہ بارہ چوبیس میل تک ریل کی سیٹی کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور یہ "خشکی سے محدود جزیرہ" بیرونی دنیا سے محض اونٹ گاڑی اور تانگے کے سلسلے ہی سے مربوط و منسلک تھا!

بزرگوں کا قول تھا کہ جب وقت بدایون کو تین چیزیں مل جائیں گی تو اس کا شمار بھی دنیا کے بڑے شہروں میں ہونے لگے گا۔ یعنے ہائی اسکول۔ ریل۔ ججی۔ اب شکر ہے کہ یہ "موالید ثلاثہ" ہمارے شہر کی دسترس میں ہیں۔ جن میں سے آخرالذکر کیلیے

[illegible] سر وحال لارڈ۔ و آیندہ خدا معلوم! [illegible]ٹن صاحب کا

[illegible] ریل اور جی تو اُسی قسم کے کارخانے ہین جیسے دوسرے بڑے شہرون مین ہوا کرتے ہین۔ لیکن ہماری ریلوے لائن کا سلسلہ نسب اس خاندان سے ملتا ہے جو اپنی ٹکے گز کی مہذب چال کے لیے مشہور ہو اور جسے ہر قدم پر اس کا خیال رہتا ہے کہ پہیے کے نیچے ہزارون لاکھون چیونٹیون کی جانین ہین۔ سُنا ہے کہ اُنھین انجنون کو استعمال کرتی ہے جو واٹ اور اسٹیونسن نے بہ طور مشق اول بنائے تھے۔

ہائی اسکول ریل اور جی پانے کے بعد بزرگون کے قول کے مطابق بدایون اب واقعی بڑا ہو گیا اور خدا کے فضل سے حد بلوغ کو پہونچ گیا جس کا ثبوت رات کے دس بجے کے بعد اچھے اچھے خاندانون کے نوجوانون کی مستانہ خرامی سے ملتا ہو منجملہ بہت سے شواہد بلوغ کے ایک نمائش بھی ہے۔ جس کا آغاز نومبر کی سترہ تاریخ سے ہوا ہے۔ اور جس کے حسن انتظام کے لیے ہم کارکنان نمائش کو مبارکباد دیتے ہین!

کہا جاتا ہے کہ نمائش جس دماغ سے پیدا ہوئی تھی اب اُس کے ہاتھون مین نہین ہے بلکہ اپنے پدران اصطباغی کے ہاتھون مین ہے سابق وحال کا موازنہ و مقابلہ ہمارا کام ہے نہ اسکے مواقع ہمین حاصل ہین۔ لیکن بہ تحقیق ہمین معلوم ہوا ہی

کہ پہلے کی بہ نسبت نمائش کا طول وعرض اب بہت زیادہ ہی۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو
کہ بچے نے عمر کے ساتھ ساتھ جسم مین بھی ترقی کی ہے۔ یا شاید یہ ہو کہ پدر اوّل کے جسم پر
مختصر سی نمائش ہی زیب دیتی تھی۔ لیکن اب جبکہ پدران اصطباغی خدا کے فضل سے
سب کے سب "ریگولیشن ہاٹ" [illegible] والے جسمون کے
مالک ہین تو چھوٹی سی نمائش اُن کے قدمون پر کیا زیب دیتی سچ ہے :-

جامہ ہر کس بہ قدِ خود دوزد

نمائش کے پروگرام مین شاعری بھی رکھی گئی تھی شعرا کا اشیائے نمائشی کی
فہرست مین شامل کیا جانا شاید اسلیے جائز سمجھا گیا ہو کہ "بافتن" کا مصدر پارچہ
پوشیدنی۔ بوریا اور شعر اور اسی قسم کی چیزون کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ مگر سنا ہے کہ عین
وقت پر ایک بحث پیدا ہو جانے سے نمائش جس طرح اہل حرفہ کی دستکاری
سے تہی تھی شعرا کی دماغ کاری سے خالی رہی۔ بحث یہ آپڑی تھی کہ اہالیان کمیٹی مصر
ہورہے تھے کہ "شعر کا وزن عام اجناس بازاری کی طرح سیر رائج الوقت سے
ہوگا" مگر شعرا یہ احتجاج کرتے تھے کہ "جب سیر رائج الوقت کے ہوتے ہوئے
افیون کے لیے وزن خاص مستعمل ہی تو کوئی وجہ نہین کہ شعر کے لیے۔ جو باعتبار کیف
وسرور افیون سے کسی طرح کم پایہ نہین ہی۔ خاص وزن نہ ہو اور اس لیے وہ بجائے
معمولی اور مستعمل وزن یعنے چھیانوے۔ دو پیسہ والے سیر کے فعولن فعولن سے

کیون نہ وزن کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ والون کا یہ عذر تھا کہ "اگر آج ہم شعر کے لیے کوئی بھی دوسرا وزن۔ چاہے وہ فعولن فعولن ہی کا ہو مقرر کردین تو کل کو مثلاً گھی والے اس تبدیلی کو سند مین پیش کرکے کہین گے کہ جب ایک مرتبہ وزن رائج بازار بدل گیا تو ہمارے لیے چالیس روپیے والا سیر جو بمبئی مین چلتا ہے کیون نہ رائج کیا جائے" غرضکہ ڈسٹرکٹ بورڈ والے اپنی ضد پر اور شعرا اپنی ہٹ پر اڑے رہے اور اس بوک دیگر مین "شاعری از میان گم شد" منسوجاتِ قطنی کی موجودگی مین منسوجات شعری کا عدم وجود اس امر کا نہایت افسوسناک ثبوت ہے کہ نئی روشنی مین شعر کو پارچہ پوشیدنی سے زیادہ ناقابل عفنا سمجھا جاتا ہے۔

ہائش مین گھوڑون کا تو پتہ نہین مگر گھوڑون کے علاج کا شفاخانہ مع اپنے پورے متعلقات و متعلقات کے نمائش مین موجود ہے۔ موٹر اور ہوائی جہاز کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا یہ پرانا اور تاریخی رفیق ہمین داغ مفارقت دے گیا۔ اس مرحوم ہستی کے رخصتی ایڈریس یا نوحۂ مفارقت کے طور پر عالی جناب شیخ محمد صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ نے نمائش مین ایک "فرسی" لکچر دیا۔ سنا ہے کہ مخاطبت زیادہ تر خالی کرسیون سے تھی۔ اس لیے کہ ذی روح سامعین کی تعداد لکچرار سے وہی نسبت رکھتی تھی جو اخبار کو احاد سے ہے۔ ہمارے خیال مین

اگر صاحب موصوف "موٹر اور طیارون کا خیر مقدم" اپنی تقریر کا عنوان قرار دیتے تو سامعین کثرت سے تشریف لاتے۔ اسلیے کہ ہندوستانیون کا نقش نگین عام طور پر "اتمرا شحند مر دک نام" ہے۔

نمائش مین مختلف اقسام کے گنے اور غلے اور پھل وغیرہ رکھے ہوئے ہین۔ غلے کو دیکھکر ہم نے دریافت کیا کہ "پوسہ" اور "دوسہ" اور "کوسہ" اور اسی قسم کے گران قیمت گیہون کی پیداوار تو بہت زیادہ ہے لیکن "پرانی چال" کے گیہون جو کسی زمانے مین روپیے کے بیس پچیس سیر تک بکتے تھے کیا ان کی کاشت ہندوستان مین بند ہوگئی ہے؟" ایک ماہر علم زراعت نے جو وہان موجود تھے ہمین سمجھایا کہ جب "نئی چال" کے گیہون اور دوسری قسم کے غیر ملکی بیج ہندوستان مین آنا شروع ہوئے "پرانی چال" کے غلے کا تخم سوخت ہوگیا۔" ان صاحب سے گرانی اجناس کے متعلق دیر تک گفتگو رہی ان کا خیال ہے کہ ہندوستانی ناقدرے ہین جو غلہ وجود اور غلہ معدوم مین مطلق امتیاز نہین کرتے لوگ جبتک نئی چال کے غلے کے اجزاء ماہیئتی کی خصوصیات مختصہ سے واقفیت تامہ نہ پیدا کرلین گے غلط فہمی سے ہمیشہ یہی شکایت کرین گے کہ اناج پہلے سے بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ آجکل جو غلہ جدید آلات کشاورزی اور جدید ذرائع آب پاشی اور جدید ترین اقسام خورش زمین کی مدد سے پیدا کیا جاتا ہے۔ پہلے ضرور ہے کہ اسکے اجزا ترکیبی کا تناسب پرانی

چاول کے غلے کے اجزاء ترکیبی سے معلوم کیا جائے۔ تب اس کا اطمینان ہوگا کہ نئی چاول کا پانچ سیر غلہ اپنے فعل کے اعتبار سے پرانی چاول کے پچیس سیر کی برابر ہے۔ یہ تناسب جو تازہ ترین طریقہ تحلیل کیمیاوی سے دریافت ہوا ہے حسب ذیل ہے۔ مثال کے لیے ہم ہر قسم کا پانچ سیر غلہ لیکر یون تناسب ظاہر کرتے ہین :-

پرانی چاول کا غلہ وزنی پانچ سیر		نئی چاول کا غلہ وزن پانچ سیر	
۱- اجزائے تولید امراض	۳٫۷۴	۱- اجزائے تولید امراض	۴٫۷۴
۲- اجزائے تغذیۂ اجسام	۱٫۲۵	۲- اجزائے تغذیۂ اجسام	۱٫۲۵
۳- اجزائے برکت	۰۱٫	۳- اجزائے برکت	۱۹٫۰۱
میزان-	۵٫۰۰ سیر	میزان-	۲۵٫۰۰ سیر

تناسب مندرجہ بالا کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ جب کہ تغذیہ کے اجزاء وہی رہے اور تولید امراض کے اجزاء مین کسی قدر اضافہ ہوگیا برکت کے اجزاء تقریباً پچگنے ہوگئے جس کی وجہ سے پانچ سیر غلہ باوجود پانچ سیر ہونے کے پچیس سیر ہو جاتا ہے۔ اگر برکت کے اجزاء ترکیبی کی بیشی کا اس پر بھی یقین نہ ہو تو اس مثال سے سمجھیے۔

ایک چپراسی ہے جو پچھلے بیس پچیس سال سے چھ سات روپیے ماہوار تنخواہ پا رہا ہے۔ اب سے بیس سال پہلے اس کے گھر مین کھانے والون کی تعداد نصف درجن تھی جن کی خوراک کے لیے تین سیر روزانہ کے حساب سے مہینے مین دو من ۱۰ سیر غلہ آتا تھا اور اسکی قیمت اوسطاً ساڑھے چار روپیہ ہوتی تھی۔ اب اسی چپراسی کے یہان

بجائے نصف درجن کے ۴۱/۲ درجن کھانے والے ہوگئے۔ لہذا اب اُسکے گھر مین ساڑھے چار سیر روزانہ کے حساب سے مہینے مین تین من پندرہ سیر غلہ خرچ ہوتا ہی جسکی قیمت کم و بیش ساڑھے بائیس روپئے ہوئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسکی تنخواہ مین تو بیشی ہوئی نہین ہی اور ایک غریب چپراسی کے "دست غیب" مین بھی بقدر اٹھارہ روپیے ماہوار کے بیشی ہونا ناممکن ہے چاہے وہ کسی آنریری حاکم ہی کا چپراسی کیون نہو۔ لہذا بجز اسکے کہ غلہ رائج الوقت مین برکت کے اجزا کی حیرت انگیز بیشی ہو گئی اور کسی نتیجے پر پہونچ ہی نہین سکتے وہی ماہر علم زراعت فرماتے تھے کہ اگر نئی چال کے تخم کے تجربے مین خاطر خواہ کامیابی ہو گئی اور اہل ہند روپیے سیر غلہ کھانے کے عادی ہوگئے تو ایسے گیہون کا تخم منگایا جائیگا جس کا ایک دانہ ایک آدمی کے پیٹ بھرنے کو کافی ہو گا اور اسوقت ثابت ہو جائیگا کہ حضرت آدم علیہ السلام گیہون کا صرف ایک ہی دانہ کھا کر کیسے ہزارون بچے پیدا کر سکے!

اسی سلسلے مین اُنھون نے یہ سائنسی انکشاف بھی بیان کیا کہ "گھی کے بھاؤ کے متعلق بھی آجکل لوگ بڑی غلط فہمی مین مبتلا ہین۔ وہ گھی کے مہنگے ہونے کی تو شکایت کرتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ پہلے اگر روپیے کا سیر بھر گھی آتا تھا تو وہ محض سادہ اور غیر آمیزش گھی یعنے "روغن زرد مفرد" ہوتا تھا۔ اب جبکہ اُس مین آرد آلو۔ روغن مہوا مقطر۔ روغن کنجد مقشر اور تخم مجہول جیسی اشیا رلائی جاتی ہین اور وہ بجائے سادہ گھی ہونے کے "روغن زرد مرکب" ہو جاتا ہے تو تجارتی اصول کے مطابق وہ

کس طرح اُتنی ہی مقدار مین۔ اُتنے ہی دامون مین آ سکتا ہے؟

نمائش کے میدان مین ہر روز ایک "ایٹ ہوم" ہونا بھی لازمی ہے ہندوستان کے اکثر مقامات مین "ایٹ ہوم" دیکھا تو ہم نے ایک آدھ دفعہ پہلے بھی ہے مگر اپنے لفظی معنون مین اس کا صحیح استعمال یہین دیکھا۔ یعنی ایک ڈیرے یا قنات دار شامیانے کے زیر سایہ وسط مین ایک میز رکھ کر اسکے چارون طرف ملا ملا کر کرسیان رکھدین جن مین لوگ اُسی طرح سما جائین جیسے چھوٹے گھر مین بڑا کنبہ۔ میز جو وسط مین بچھی ہے اس پر سامان تحریر نہین بلکہ سامانِ نقل و تنقل ہوتا ہے جو مثلاً دوسری یا تیسری یا چوتھی قطار مین بیٹھے ہین۔ لہذا متعدد عہدہ دار اُسی میز سے تھالیون مین منتقل کر کے تھوڑا تھوڑا پرشاد بانٹتے پھرتے ہین۔ یہ واضح رہے کہ یہان "القاسم محروم" کا فرسودہ اصول کام مین نہین لایا جاتا۔

نمائش کی سرزمین پر شہر کی مال اور فوجداری کی بڑی۔ چھوٹی چھوٹی سب قسم کی کچہریان بھی اپنے اپنے مقامات سے منتقل ہو کر آگئی ہین۔ جو "دل بہ یار و دست بہ کار" کے مطابق نمائش مین بھی شریک ہین۔ اور اپنا فرض منصبی بھی ادا کرتی ہین نمائشون مین کچہری کی موجودگی کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہو کہ کچہریان فی الحقیقت عدالتی دکانین ہین جن مین فیس دیکر انصاف خریدا جاتا ہے یا یہ کہ کچہریون کی مسلون مین "اگر بٹ"

ہوتے ہین اور "اگربت" نمائشون کے لیے ایسے لازمی ہین جیسے پلاؤ کے لیے چاول

نمائش کے تفریحی پروگرام مین ایک مد "لوٹاریس" [illegible] تجویز کی گئی تھی
ایک مقام پر الٹے لوٹے رکھے ہوئے تھے۔ شہسوار ہاتھ مین ایک کاغذپوش
چوب دستی لیے ہوئے سرپٹ گھوڑا لا کر پہلے تو لوٹے کو بہ یک ضرب چوبدستی
سیدھا کرتے تھے۔ پھر لاٹھی ڈال کر اٹھا لیتے تھے۔ لاٹھی پر اس طرح لوٹا لیجانا
پرانے زمانے کی لڑائیون کی یاد تازہ کرتا تھا۔ جب حریف فاتح۔ حریف مفتوح
کا سر نیزے مین چھید کر لے جاتا۔ لوٹے کو انسانی سر سے وہی نسبت ہے جو نرگس
کو انسانی آنکھ سے ہے۔ شہسوارون کو اس طرح لوٹا لاٹھی پر لے جاتے ہوئے دیکھکر
عجب نہین جو بہت سے ہندوستانیون کو غش آنے کے قریب ہو گیا ہو۔ ہم مہتمین نمائش
سے التجا کرتے ہین کہ آئندہ سال ایسی خوفناک تفریح نمائش کے پروگرام
مین نہ رکھین۔

پروگرام کے مطابق نمائش مین شطرنج ٹورنامنٹ بھی ہوا۔ کھلاڑیون کے
جوڑ مقرر کرنے مین شاعرانہ نکتہ آفرینی سے کام لیا گیا تھا مثلاً ایک طبیب صاحب
کے فریق بازی ایک مختار صاحب قرار پائے تھے۔ غالباً یہ انتخاب اس وجہ سے
ہوا ہوگا کہ خاصیت جلابی دونون مین قدر مشترک تھی یا یہ وجہ ہو کہ ایک کی نظر

جان پر رہتی ہے تو دوسرے کی مال پر۔ اور ظاہر ہے کہ جان و مال جوڑ کے الفاظ ہین۔ سُنا ہے کہ "بنفشہ گاؤ زبان" قانون قبضہ اراضی سے باندھ لیے گئے تھا۔ طبابت و وکالت کے مقابلہ مین اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ میدان جیت چکی ہے۔ یعنے ایک وکیل صاحب اور ایک حکیم صاحب ایک دفعہ اپنے اپنے پیشے کی فضیلت کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ فریقین دیر تک دلائل و براہین کے اسلحہ سے مصروف جنگ رہے۔ آخر مین حکیم صاحب نے یہ کہہ کر اپنے فریق کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا کہ "اگر آپ اپنے پیشے مین کوئی غلطی کرین تو وہ غلطی عدالت مقامی سے لیکر عدالت العالیہ ہائی کورٹ تک برابر شہرت انجام ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اگر ہم غلطی کرین تو وہ فوراً ایسی زمین دوز ہو جاتی ہے کہ قیامت تک کسی کو خبر نہین ہوتی"!

اس ٹورنامنٹ مین ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ایسے اُمیدوار لیے گئے جن کی عمر سولہ سال سے کم تھی اور نابالغ کامیاب کھلاڑی کو چاندی کا ایک خاصدان انعام مین دیا جانا تجویز ہوا۔ سولہ سال سے کم عمر کے بچون کو نقرئی انعام کی چاٹ دیکر ایسے پُر منفعت شغل مین لگانا تو حقیقت مین نئی نسل کے ساتھ خیر خواہی کا بہترین ثبوت ہے۔ مگر شطرنج باز کو خاصدان انعام مین دینا اُسوقت تک ہمین باور نہین آسکتا جب تک ہمین یہ یقین نہ دلایا جائے کہ آجکل "بلیرڈ" کے کامیاب کھلاڑی کو کلھاڑی انعام مین ملنے لگی۔ اگر انعام کے لیے خاصدان مل ہی گیا تھا

تو بہتر ہوتا کہ پان خوری کا بھی ایک ٹورنامنٹ قائم کیا جاتا۔

آخر میں ہم بکمال ادب اہالیان نمائش کو ایک فرو گذاشت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں یعنے یہ کہ جہاں اور سامان تفریح۔ مثل گھوڑ دوڑ، شطرنج، ٹینس وغیرہ کے رکھے تھے۔ وہاں ایک "بھوکا ٹورنامنٹ" بھی رکھتے جو کھلاڑی اِس مقابلے میں شریک ہوتے (اور آجکل بلاشبہ اُن کی تعداد صدہا سے متجاوز ہوتی) انھیں جوار یا باجرے۔ یا جھجڑے یا مٹرے یا منڈوے کی دو دو روٹیاں یا پاؤ پاؤ بھر چھنے چنے دیے جاتے اور جس وقت (اسٹارٹر) صاحب ایک دو تین کہتے۔ کھلاڑی روٹی کے نوالے کھانے یا چنوں کے پھنکے مارنے شروع کر دیتے جو کھلاڑی سب سے کم وقت میں اور سب سے پہلے اپنا حصہ تناول کر لیتا اُسے سب سے پہلا اور دوسرے نمبر والے کو دوسرا انعام دیا جاتا۔ اِس ٹورنامنٹ سے ایسی گرانی کے زمانے میں بہت سے سفید پوشوں کا ایک وقت تیر ہو جاتا اور لوگوں کو جلد سے جلد کھانا کھانے کی مشق بھی ہو جاتی۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ اِس ٹورنامنٹ کا منتظم کسی عہدہ دار سرکاری کو نہ بنایا جاتا کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ سرکاری رعب سے غریب رعایا کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں۔ اِس ارضی بہشت کے وہ ساکنین جن کے کام و دہان بادی رحیق مختوم اور عنب و رمان سے لذت یاب ہیں وہ تو اِن روٹیوں کو طعاماً ذا غُصّۃٍ اور "لا یُسمِنُ وَلَا یُغنِی مِن جُوعٍ" سمجھتے ہونگے لیکن ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہزارہا بلکہ لکھو کھا وہ ہستیاں جن کی تخلیق "فی احسن تقویم"

ہوئی ہے انھیں من و السلوی مائدۃ من السماء خیال کریں - اور اس "اطعم فی یوم ذی مسغبۃ" پر منعم حقیقی کی تحمید، و مطعمین مجازی کی تحسین کریں-

بُلبلانِ اسیر کی رہائی

گر شکر عشق - گاہ شکایت شنیدہ ام　　این قصہ را بہ چند روایت شنیدہ ام

(۱)

چھوٹا بچہ :- اف فوہ - بڑے زور زور کی برات ہے! اور چچا میاں کیا یہ سب براتی ہین؟
نوجوان چچا :- ہان سب براتی ہین - کیون - ہم نے نہ کہا تھا کہ بڑے زور کی برات دکھائین گے؟
کہا تو تھا - اور آپ نے یہ بھی تو کہا تھا کہ دولہا بھی دکھائین گے -
چچا :- دیکھو - وہ آ گئے - یہ دونون جن کے گلے مین گوٹے اور پھولون کے سہرے پڑے ہین اور جو دونون ہاتھون سے سب کو سلام کرتے جاتے ہین - یہ دونون اس برات کے دولھے ہین -
بچہ :- کیا دو براتین ہین - جو دو دولھے جا رہے ہین؟
چچا :- نہین برات تو ایک ہی ہے -
بچہ :- واہ یہ خوب بات ہے - برات ایک اور دولھے دو! اور انکی دولہن کہان ہے؟

چچا:- دولہن کیا سب کے سامنے طباق سا منھ کھولے پٹر پٹر کرتی نکلتی ہے؟ وہ پردے میں ہوگی۔

بچہ:- اچھا اس کا نام کیا ہے؟

چچا:- دولہن کا نام (دھیمی آواز سے) بے ڈھب سوال ہے! اس معصوم کو نام کیا بتاؤں! (اونچی آواز سے) لو سنو۔ دولہن کا نام ہے "قوم"

بچہ:- واہ یہ کس طرح کا نام ہے! باجی جان اور امی جان اور چھوٹی پھپھو کے نام تو ایسے نہیں ہیں

بچے کا باپ:- (جو قریب کھڑا یہ گفتگو سن رہا تھا) بیٹے! برات ورات کچھ نہیں ہے یہ دونوں جو دو ڈولی میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہیں بڑے پکے مسلمان اور سچے ہندوستانی ہیں انھیں دیکھنے اور سلام کرنے کو یہ سب مسلمان ہندو آئے ہیں۔

بچہ:- ابا جان یہ کیا کام کرتے ہیں؟

باپ:- یہ اپنے ملک کے ہندو مسلمانوں کی خدمت کرتے ہیں۔

بچہ:- تو کیا جسے ضرورت ہو سودا سلف لا دیتے ہیں؟

باپ:- ہماری محبت تو انھیں ایسی ہی ہے کہ اس کے لیے بھی تیار ہیں لیکن اصل میں یہ اور بڑے بڑے بھاری کام کرتے ہیں۔

بچہ:- تو کیا یہ بوجھ اٹھاتے ہیں؟

باپ:- (آنکھوں میں آنسو آگئے) حقیقت میں بڑے بھاری بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں!

بچہ :- اچھا چھا میں جان گیا یہ حمال ہین جبھی ایسے موٹے تازے ہین۔
باپ :- (آنکھون مین آنسو اور ہونٹون پر مسکراہٹ) نہین بیٹے۔ یہ ہمارے سردار ہین۔ ہمارے ذمے جو مشکل اور ضروری کام ہین جنھین ہم کاہلی اور بزدلی سے نہین کرتے یا نالائقی سے نہین کر سکتے۔ اُنھین یہ کرتے ہین۔

بچہ :- تو یہ آپ سے اور چچا جان سے زیادہ لائق ہین ؟
باپ :- ہم اور تمھارے چچا جان تو ان کے جوتون کے تسمے کھولنے کی بھی لیاقت نہین رکھتے۔ آج اِس ملک مین کوئی بھی مسلمان ان کی قابلیت کو نہین پہونچتا۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو کتابون مین ان کے نام اور ان کے کام پڑھ پڑھ کر خوش ہوا کرو گے کہ تم نے بھی انھین دیکھ لیا تھا اور جب تم بڑھے ہو گے۔ انشاءاللہ تو اُس زمانے کے جوان اِن کے نام سے تمھاری عزت کرینگے کہ تمھاری آنکھین اِن کی زیارت کر چکی ہین
بچہ :- ابا جان تو ان کے نام کیا ہین ؟ مین یاد کر لون۔
باپ :- ان کے نام ہین شوکت علی۔ محمد علی۔
بچہ :- شوکت علی محمد علی، شوکت علی محمد علی۔ شوکت علی محمد علی۔ اب کبھی نہین بھولنے کا آپ جب چاہین۔ پوچھ لین۔

———(۲)———

ضعیفہ :- بیٹو! میری نگاہ موٹی ہے۔ ذرا دیکھنا وہ آگئے ؟

ایک خاتون :- ابھی نہین آئے۔ مگر لوگون کی ہمہمی سے معلوم ہوتا ہے اب آیا ہی چاہتے ہین۔

دوسری خاتون :- اے لوجن اماں وہ آگئے ! یہی ہین نا ؟

ججن :- (دیکھ کر آہستہ سے) السلام علیکم۔ اللہ عمر مین ترقی کرے۔ دین مین درجے بڑھائے ! ہاں بیٹیو یہی ہین۔ مین تو ابھی رام پور مین دیکھ چکی ہون یہ جو دہنے طرف بیٹھے ہین.........

ایک خاتون :- جن کی ڈاڑھی مین سفید بال ہین ؟

ججن :- ہاں ہاں وہی وہی یہ شوکت علی ہین اور ان کے برابر ان کے چھوٹے بھائی محمد علی۔ شوکت علی وہ شخص ہین جنھین ہندوستان بھر کے مسلمانون مین سب سے پہلے کعبہ شریف کی خدمت۔ اور غیرون سے اسکی حفاظت کا خیال ہوا۔ اور اُنھون نے کعبہ کی انجمن بنائی۔ آج سب نے دیکھ لیا کہ یہ کام کیسا ضروری تھا۔ اور سارے مسلمانون کو اس مین شریک ہونا چاہیے تھا۔ بیٹیو ! مین نے تو اُنھین دنون رام پور جا کر انجمن مین نام لکھا لیا تھا۔ دیکھ لو اِسوقت بھی میرے کرتے کے گریبان پر نشان لگا ہوا ہے۔ محمد علی نے اخبار نکالا اور اسکے ذریعے مسلمانون کی بڑی خدمت کی۔ چھ سات برس ہوئے جب سلطان روم سے اور عیسائیون سے لڑائی ہوئی تھی۔ محمد علی نے سارے ہندوستان سے چندہ جمع کیا

اور ڈاکٹر انصاری کی ڈاکٹری جماعت کو مسلمان زخمیون کی مرہم پٹی کرنے کے لیے روم بھیجا۔ اب کی لڑائی چھڑنے کے بعد سے یہ دونون نظربند کیے گئے ان کے کارخانے درہم برہم ہو گئے۔ اور بڑے بڑے بے ہمبری وقت پڑے مگر آفرین ہے ان بندون کی ہمت پر کہ ایمان مین ذرا فرق نہ آیا۔ بڑے پکے مسلمان ہین۔

ایک خاتون:۔ بہن بہات تمھارے دینی بھائی اور باپ ہین۔ تم نے دیکھا ان کے چہرون پر نور کیسا تھا!

دوسری:۔ نور! جس ایک وقت کی نماز قضا نہو۔ صبح کا قرآن ناغہ نہو جمعرات کا روزہ ترک نہو۔ دنیا پر ہر وقت خدا کا خوف۔ رسولؐ کا ادب۔ شریعت کا پاس رہے۔ پھر ان کے چہرون پر نور نہ ہو تو کیا ان موذن مرداروں نامسلمانون کے چہرون پر ہو .... اب کیا کہون۔

تیسری:۔ قدم لینے کے لائق ہے وہ نیک بی بی جس نے انھین دودھ پلایا اور زیارت کے قابل ہین وہ شریف لڑکیان جنھین ان کی جوتیان سینے کی عزت ملی!

چوتھی:۔ سنا ہے کہ بڑے بھائی صاحب کی بی بی مر چکی ہین۔

پانچوین:۔ ہان شکر اللہ رکھے اولاد ہے۔

چھٹی:۔ مین تو ان کی والدہ سے مل چکی ہون۔ وہ بھی حج کر آئی ہین۔ کیا شیر دل

بیوی ہے اپچھلے دنون جب سرکار نے شرطین لگاکر انھین آزاد کرنا چاہا تو
ماں نے بیٹون سے کہلا بھجوانے کہدیا کہ اگر دین اور ایمان کے رستے سے
تل بھر بھی قدم ہٹایا تو یاد رکھنا۔ صورت دیکھون گی نہ دودھ بخشونگی۔
بہت سی خاتونین:۔ (آبدیدہ ہوکر) سبحان اللہ! کیا ایمان والی بیوی ہے!
اللہ اُسے دین و دنیا مین سُرخ رو رکھے!!! الٰہی اُسکے اور اُسکے بچونکے
سرون پر حضرت بیویؓ کے آنچل کا سایہ!!!
انجمن:۔ بڑے بھائی کی بیوی کا تو پہلے ہی انتقال ہوچکا تھا۔ چھوٹے بھائی
کی بیوی نے میان کی نظربندی کے زمانے مین جس ہمت اور حوصلے سے
کام لیا تم نے سنا ہوگا۔ میان کے سامنے کے نوکر چاکر لگے بندھے سب
بدستور رکھے۔ میان کے کام دھندے اور حساب کتاب کی دیکھ بھال
رکھی۔ جس جس محتاج اور مستحق کو میان جتنا اور جس جس وقت دیتے تھے
برابر دیا۔ جس پر سُنا کہ مصیبت آئی آفت پڑی منی آرڈر بھیج
بھیجکر امداد کی۔
ایک دولتمند خاتون:۔ بھئی تو ایسی خوش نصیب بھی ہے جو میان ایسا ملا۔
دوسری خاتون:۔ نصیب تو بہن تمھارا بھی چاند سا ہے۔ تمھارے میان
بھی تو بڑے رئیس ہین!
دولتمند:۔ نوج کوئی اُن جیسا ہو! دن رات ناپاک پانی پیے بھوت

بنے پڑے رہتے ہین۔ اور جب ہوش آتا ہے تو خطاب حاصل کرنے کی دُھن بندھتی ہی۔ نہ دین سے غرض نہ ایمان۔ نہ مطلب جھوٹ۔ یہ سُنا کہ یہ بھائی آرہے ہین۔ ان کی زیارت کیسی اپنا منھ چھپانے کی فکر پڑ گئی یہان تک کہ رات سوتے جمعے چُپ چپاتے کلکتہ بھاگ ہی گئے۔

(۲۳)

مسٹر اسمعیل جی ولی بھائی :- کیہ دستور صاحب علی برادرس سے بھی۔ ملے ؟
فیروز جی ہرزبان دستور :- امرت سر مین بہت تھوڑی دیر ملاقات ہوئی سنتے ہین اُنھین ذرا فرصت ملے تو ارادہ ہے کہ رام پور جا کر لمبی چوڑی ملاقات کرون۔ لکھانے ! تم تو مل لیے ؟
مسٹر لکشمن راؤ لکھاٹے :- مل لیا ! بھئی مین تو ایک ہفتہ لگاتار اُن کی خدمت مین رہا۔ رام پور سے دہلی کے جلوس تک برابر اُنھین کے ساتھ تھا۔ مجھے تو ان سے ایسی دلی محبت ہوگئی ہی کہ اگر ہم سگے بھائی ہوتے تو شاید ہی اس سے زیادہ ہوتی۔ پریکٹس کی وجہ سے اُن کی پاس زیادہ رہ کر ملکی خدمت نہین کر سکتا پھر بھی آپ لوگ تعجب نہ کرین اگر کسی دن جی پر آجائے اور مین سب کام دھندا چھوڑ کر اُن کے ساتھ ہو لون۔
سیٹھ مول جی کلیان جی جلیٹھا :- بھئی جس روز تم نے یہ ارادہ کیا اُسی دن مین بھی بزنس کا

چاہے رتن سین کو سب برا سمجھتے رہیں اور اُن کے ساتھ ہو لوں گا۔ دشمن بھاگ
جو آریہ ورت کے اپنے سپوتوں کے ساتھ نیشنل کام کرنے کا موقع ملے!

دیوان ٹیکون مل: اڈوانی منگھرانی۔ ملکی و قومی خدمتوں اور استقلال اور سچائی
کے علاوہ اخلاقی خوبیاں ان میں اس قدر جمع ہیں اور ایک ایسا جادو یا مقناطیس
اُن کی شخصیت میں ہے کہ آدمی بے اختیار اُن کی طرف کھنچ جاتا ہے
میں کئی دفعہ دونوں صاحبوں سے ملا ہوں۔ ہر دفعہ یہی جی چاہتا ہے کہ
ان سے اور بہت زیادہ ملیے۔

میاں چندو ڈسے شاہ:- آپ صاحبوں کی واقفیت تو غالباً اُن کی پبلک
لائف شروع ہونے کے بعد سے ہوئی۔ مجھے محمد علی سے اُس زمانے سے
نیاز حاصل ہے جب وہ بڑودہ میں ملازم تھے اور ریاستی کام سے ہر ہفتے
بمبئی آیا کرتے تھے۔ ٹائمس آف انڈیا اور بمبئی گزٹ میں اُن کے مضامین اور
اُن کی کتاب "موجودہ بے چینی پر خیالات" پڑھ کر مجھے اُن سے ملنے کا اشتیاق
ہوا۔ اسی عرصہ میں ڈاکٹر اقبال آگئے۔ اُن کی وساطت سے ملاقات ہوئی
سردار! اُس دن تم بھی تو تھے؟

سردار ہنا سنگھ:- وہ ملاقات اور اُسکی لذت ابھی تک یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گی
محمد علی کی زبردست شخصیت اُسکے علم کی وسعت اور تجربہ کی کثرت کا
اُسی دن میرے دل پر گہرا نقش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد تو [illegible]

بنے پڑے رہتے ہین - اور جب ہوش آتا ہے تو خطاب حاصل کرنے کی
دُھن بندھتی ہی - نہ دین سے غرض نہ ایمان - یہ مطلب جبھی تو سُنا
کہ یہ بھائی آرہے ہین - ان کی زیارت کیسی اپنا منہ چھپانے کی فکر پڑگئی یہان
تک کہ رات سوتے جمعے چُپ چھپاتے کلکتہ بھاگ ہی گئے -

(۱۳)

مسٹر اسمعیل جی دلی بھائی بہ مسٹر دستور صاحب علی برادرس سے بھی - ملے ؟
فیروز جی ہربانی دستور - امرتسر مین بہت تھوڑی دیر ملاقات ہوئی - سنتا ہون
اُنھین ذرا فرصت ملے تو ارادہ ہے کہ رام پور جا کر لمبی چوڑی ملاقات
کرون - لگھاٹے ! تم تو مل لیے ؟
مسٹر لکشمن راؤ لگھاٹے - مل لیا ! بھئی مین تو ایک ہفتہ لگاتار اُن کی خدمت مین
رہا - رام پور سے دہلی کے جلوس تک برابر اُنھین کے ساتھ تھا - مجھے تو ان سے
ایسی دلی محبت ہو گئی ہے کہ اگر ہم سگے بھائی ہوتے تو شاید ہی اس سے زیادہ
ہوتی - پریکٹس کی وجہ سے اُن کی پاس زیادہ رہ کر ملکی خدمت نہین کر سکتا
پھر بھی آپ لوگ تعجب نہ کرین اگر کسی دن جی پر آجائے اور مین سب کام دھندا
چھوڑ کر اُن کے ساتھ ہو لون -
سیٹھ مول جی کلیان جی جلیٹھا - بھئی جس روز تم نے یہ ارادہ کیا اُسی دن مین بھی بزنس کا

مہاراج رتن سین کو سونپ کر تمہارے اور اُن کے ساتھ ہوں گا۔ دشمن بھاگ جائیں تو بہت سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعمیری کام کرنے کا موقع ملے!

دیوان ٹیون مل واڈول منگھرانی:- ملکی اور قومی خدمتوں اور استقلال اور سچائی کے علاوہ اخلاقی خوبیاں ان میں اسقدر جمع ہیں اور ایک ایسا جادو یا مقناطیس اُن کی شخصیت میں ہے کہ آدمی بے اختیار اُن کی طرف کھنچ جاتا ہے میں کئی دفعہ دونوں صاحبوں سے ملا ہوں۔ ہر دفعہ یہی جی چاہا ہے کہ ان سے اور بہت زیادہ ملیے۔

میاں چند ووڈے شاہ:- آپ صاحبوں کی واقفیت تو غالباً اُن کی پبلک لائف شروع ہونے کے بعد سے ہوئی۔ مجھے محمد علی سے اُس زمانے سے نیاز حاصل ہے جب وہ بڑودہ میں ملازم تھے اور ریاستی کام سے ہر ہفتے بمبئی آیا کرتے تھے۔ ٹائمس آف انڈیا اور بمبئی گزٹ میں اُن کے مضامین اور اُن کی کتاب "موجودہ بے چینی پر خیالات" پڑھ کر مجھے اُن سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ اسی عرصہ میں ڈاکٹر اقبال آئے۔ اُن کی وساطت سے ملاقات ہوئی سردار اُس دن تم بھی تو تھے؟

سردار بہنا سنگھ:- وہ ملاقات اور اُسکی لذت ابھی تک یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گی محمد علی کی زبردست شخصیت اُسکے علم کی وسعت اور چہرے کی کشش کا اُسی دن میرے دل پر گہرا نقش ہوگیا تھا۔ اس کے بعد تو علی حسن میدان

اکثر ملاقات ہوتی تھی۔ کیون علی جان یاد ہے ؟

سید علی جان۔ ارے بھائی سب یاد ہے! ایک روزانہ انگریزی اخبار نکالنے کا منصوبہ تو اُنھون نے بمبئی کا کا بلڈنگ ہی مین بیٹھکر سوچا تھا جو علی جامہ پہن کر کامریڈ کی شکل مین دنیا کے سامنے پیش ہوا۔ ہمدرد کے ٹائپ کے لیے مصر و بیروت کی کتابون اور اخبارون کی دیکھ بھال تو ہر یکم مین اسٹیشن کے پاس سمندر کے کنارے ہی بیٹھ کر ہوا کرتی تھی جہان محمد علی گنڈیریان کھاتے تھے اور مین پان۔

پنڈت اقبال بہادر راے زادہ:۔ محمد علی سے میری پہلی ملاقات پانکی پور مین ہوئی نام تو بہت پہلے سنا تھا۔ مگر ملاقات سے قبل یہ خیال تھا کہ لٹریری آدمی ہین خاموش، ورخشک مزاج ہونگے۔ مگر پہلی ہی ملاقات مین معلوم ہوگیا کہ نہایت ہی خوش گپ اور شگفتہ مزاج ہین اسکے بعد مسٹر مظہرالحق کے یہان شوکت علی سے بھی ملاقات ہوئی۔ بے تکلفی کے بعد دونون کے دل و دماغ اور اعلے قابلیت کے جوہر کھلے۔ ان کی قابلیت اور جوش اسلامی مسائل مین دلچسپی و سرگرمی دیکھ دیکھ کر طبیعت بہت للچاتی تھی کہ کاش ہندو کے ایسے قابل اور پُر جوش اور سرگرم فرزندون کو گاندھی، تلک، نہرو، اور مالوی کے دوش بدوش کانگریس پلیٹ فارم پر موجود ہونا چاہیے۔ گذشتہ سات آٹھ برس سے یہ خیال برابر میرے دماغ مین چکر لگاتا تھا جو اسوقت محض خیال خام معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس

دفعہ جب شوکت علی محمد علی نے امرتسر کانگریس میں آکر ڈیلی گیٹوں کی فہرست
میں نام لکھایا اور گاندھی تلک۔ نہرو اور مالوی کے دوش بدوش کانگریس
پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر تقریریں کیں تو میں نے خدا کا شکر کیا اور پنڈال کے
دروازے پر شوکت علی محمد علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آج کے مقدس دن نے میری
ہشت سالہ خواب کی تعبیر حرفاً حرفاً پوری کردی ؎

ہزنار مغان لبستند عرفی امیان آرے
میانے این چنین شایستہ بے زنار کے ماند

بابو جینی کانت جبراجی :- صاحبو! میں ایک پروپوزل پیش کرتا ہوں امید کہ
آپ منظور کریں گے جب ہماری انجمن کے پریسیڈنٹ علی برادرس کی ملاقات
بلکہ گہری دوستی ہے اور ہم میں کوئی ایسا نہیں ہی جو دوستی کے علاوہ اُن کی
نیشنل سروس کا اعتراف اور اُن کی سچائی اور سیلف سکری فائس کی
قدر نہ کرتا ہو تو کیوں نہ ہم اس انجمن کی طرف سے انھیں ان وائٹ کریں
اور درخواست کریں کہ وہ انجمن فرزندان ہند میں تشریف لاکر ہمارا ایڈریس
قبول فرمائیں؟

مسٹر چکو ٹی ایرن ناہ ہشر چرجی! میں سب ممبروں کے اتفاق رائے سے آپکا
شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے یہ تجویز پیش کر کے ہمیں بھی ایک نہایت ضروری
ڈیوٹی کی طرف توجہ دلائی۔ علی برادرس کی تشریف آوری یقیناً ہماری

انجمن کے لیے باعث فخر ہے اور ہم نہایت خوشی سے مستعد ہین کہ مادر ہند

کے ان سپوتون اور ملک و قوم کے ان سچے خادمون کا اُس سے زیادہ

جوش و مسرت سے استقبال کرین جتنا کہ اب تک کسی شہر مین کیا گیا ہو

ممبر صاحبان! کیا آپ مجھے اختیار دیتے ہین کہ مین بہ حیثیت صدر انجمن علی برادرن

کو تار دون کہ انجمن فرزندان ہند جس مین اس وسیع برّ اعظم کے ہر خطے اور ہر مذہب

و ملت کے نمایندے شریک ہین آپ سے استدعا کرتی ہے کہ جس تاریخ آپ کو

آسانی ہو تشریف لا کر اور ایڈریس قبول فرما کر ممبران انجمن کی عزت افزائی کرین۔

سب ممبر:۔ (یک زبان ہو کر) بے شک، بے شک

---

(۴)

نواب دولت یار خان:۔ ارے میان مرزا صاحب! یہ کیا ہنگامہ ہے

مرزا صاحب:۔ حضور شوکت علی۔ محمد علی چھوٹ کر آ گئے

نواب:۔ بھئی۔ یہ شوکت علی محمد علی کون صاحب ہین اور چھوٹ کر کہان سے

آئے ہ

مرزا صاحب:۔ اصطبل سے ملا ہوا جو مکان ہے۔ اُس مین ایک ماسٹر صاحب

آ کر رہتے ہین وہ فرماتے تھے کہ یہ مسلمانون کے سردار اور بڑے پکے دیندار ہین

سرکار نے کسی سبب سے نظر بند کر دیا تھا۔ اب پانچ برس بعد رہا ہوئے ہین۔

منے آغا:- پیر و مرشد ہمارے مرزا صاحب تو ہمیشہ بے پر کی اڑاتے ہین- اب اگر
یہی بات ہو تو مین پوچھتا ہون سرکار نے انھین مشتبہ اور بد چلن سمجھکر قید کر دیا
تو وہ مسلمانون کے سردار اور سکھے دبندا کیسے رہے اور جب سرکار نے اُنکے
ساتھ یہ سلوک کیا تو آج رعایا مین کس کی مجال اور کس کا جگرا ہو جو ان کی رہائی
پر اتنی خوشی کر سکے- حضور اصل حال غلام سے سنیے :- خدا بخش جو خود
جنگی لاٹ- آپ صاحب کا خانساماں رہ چکا ہے مجھسے کہتا تھا کہ یہ دونون
سرکار کی اُس فوج کے سردار ہین جو لڑائی جیت کر آئی ہے اور اسی لیے
اُن کی اس قدر آؤ بھگت ہو رہی ہے سُنا ہے ڈھاکے بنگالے کے رہنے والے
اور گھر کے بڑے تعلقہ دار ہین-
طرہ باز خان :- حضور یہ منے آغا سچ کہتے ہین صرف فرق اتنا ہو کہ مین نے
سُنا ہے دونون مین سے ایک صاحب ڈھاکے بنگالے کے اور دوسرے
دکھن حیدر آباد کے رہنے والے ہین-
مرزا صاحب :- حضور ہمارے منے آغا تو ہمیشہ گپ کی خبرین لایا ہی کرتے تھے
تعجب ہو کہ خان صاحب بھی اُن کے چھینٹون مین آ کر اُن کی ہان مین
ہان ملانے لگے- اصل بات وہی ہو جو مین نے عرض کی- ماسٹر صاحب
کے ہاتھ مین ایک اخبار تھا- جس مین سے پڑھ کر وہ فرماتے تھے کہ دونون
حقیقی بھائی ہین- اصل وطن رام پور ہے اور سید احمد صاحب کے مدرسے کے

پڑھے ہوئے ہین بڑے بھائی کسی گورنمنٹی اعلیٰ عہدے پر تھے۔ اور انگریزون کی برابر تنخواہ پاتے تھے۔ چھوٹے بھائی ولایت کا پاس کر آئے ہین۔ انھون نے بھی شروع شروع مین کسی ریاست مین نوکری کر لی تھی اور بعد مین دہلی سے ایک بڑا اردو اخبار نکالا۔ پہلے دونون بھائی وضع قطع تراش خراش نشست برخاست مین پورے "صاحب لوگ" تھے لیکن دل مین اسلام کی محبت کا ذرہ اُس زمانے مین بھی چمکتا تھا۔ یہی ذرہ بڑھکر آفتاب ہو گیا۔ اب دونون بھائی نہایت پکے دیندار اور خدا اور رسول کی محبت مین سرشار ہین۔ لڑائی شروع ہونے پر سرکار نے خدا جانے کس شبہ پر نظربند کر دیا تھا۔ اب جاکر کہین چھوڑا ہے۔

نواب :- بھئی اگر یہ سچ ہے تو ہماری یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو لوگ ان سے ملنے ملانے آتے اور ان کی رہائی پر اس قدر خوشی مناتے ہین اُن سے سرکار دولتمدار بہادر دام اقبالہٗ خوش تو ہو نہین سکتی۔

منشی آغا :- اے سبحان اللہ کیا دور کی بات فرمائی ہے حضور نے!! ماشاءاللہ کیا نکتہ رس دماغ پایا ہے!!! سنیئے مرزا صاحب یہ بڑی گہری اور پکی بات ہے! اگر سرکار بہادر انھین قید فرما چکی ہے تو وہ رعایا کی اس بیجا خوشی اور بے موقع اچھل کود سے کیسے خوش ہو سکتی ہے

مرزا صاحب :- حضور گستاخی نہ سمجھی جائے تو عرض کرون۔

نواب - کہیے کہیے - شوق سے بلا تکلف کہیے

مرزا صاحب - یہ گورنمنٹ کی توہین ہے کہ ایسی تنگ دلی اور بچھورپن کا خیال اسکی طرف منسوب کیا جائے - مسلمان اور انکے ساتھ انکے ہندو بھائیوں نے اس پانچ برس مین برابر انکی رہائی کے لیے لگاتار کوششین کین - ملک کے ہر گوشے مین جلسے کیے تار دیے محضر بھیجے اور کھلے لفظون مین کہدیا کہ ہمارے خیال مین یہ بے گناہ ہین اور ہمین ان کی گرفتاری کا سخت صدمہ ہے - اگر گورنمنٹ ہماری خوشی چاہتی ہو تو یا تو اُنھین فوراً آزاد کر دے یا ان پر مقدمہ چلائے اور بھری کچھری مین ثابت الزام اور ہین قصدان کے سر ثابت کرے جب تک یہ نہ ہوگا ہمین چین اور قرار نہ آئے گا - اب جبکہ گورنمنٹ نے انھین آزاد کیا ہے تو پہلے یہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہو کہ ہمارے اس فعل سے ہماری ساری رعایا نہال اور باغ باغ ہو جائے گی اور اُس کی پانچ سال کی مراد بر آئے گی - ایسی حالت مین سمجھ مین نہین آتا کہ جو کام سرکار نے محض اپنی رعایا کو خوش کرنے ہی کی غرض سے کیا ہو اُس پر رعایا کے خوش ہونے سے ناخوشی کے کیا معنی - ماسٹر صاحب کہتے تھے کہ امرت سر کے ہندوؤن اور مسلمانون کے جلسون مین جب یہ خبر پہونچی کہ شوکت علی محمد علی آزاد ہو گئے تو بلا مبالغہ لاکھون آدمیون نے جن مین ہر طبقے اور ہر درجے کے ہندو مسلمان تھے خوشی کے نعرون سے آسمان سر پر اُٹھا لیا پھر جب

یہ دونون بھائی امرتسر گئے تو راستے کے ہر اسٹیشن پر اور خود امرتسر میں اور اُسکے بعد دہلی مین اس زور کا استقبال ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ مین کے راجے مہاراجے نواب بادشاہ آئے ہین۔ ماسٹر صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ اخبارون مین چھپ گیا ہے کہ ان دونون بھائیون نے ہندوستان کے معرز ہندو مسلمانون کے ساتھ حضور وئسرائے بہادر کی خدمت مین حاضر ہوکر ایک محضر پیش کیا۔ اور حضور وئسرائے بہادر نے ان سے ملاقات فرمائی اور ہاتھ ملایا۔ اب اگر سرکار ان بھائیون سے ملاقات کرنے پر لوگون سے ناخوش ہوتی تو خود حضور وئسرائے بہادر ایسے مجمع سے ملاقات ہی کیون فرماتے جسمین یہ دونون بھائی شامل ہین اور وہ محضر ہی قبول فرماتے جسے اُنھون نے تیار کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ سرکار خوب اچھی طرح سے واقف ہے کہ مسلمان ان دونون بھائیون کو اپنا مذہبی مقتدا اور ہندو مسلمان اپنا سیاسی رہنما مانتے اور جانتے ہین اور لہذا اُن کی رہائی پر خوشی کرنے اور ان کا استقبال جوش و خروش سے کرنے مین ہندو مسلمان بالکل حق بجانب ہین

(۵)

روشن خیال :- آیئے جناب۔ یہ آپ ہانپتے کانپتے آ کہان سے رہے ہین؟

تاریک خیال :- شوکت محمد آئے ہین اُن سے ملنے گیا تھا آپ ملے؟

روشن خیال۔ نہین۔ مین مجبوریون کی وجہ سے نہ جا سکا اور یہ تو جانتے ہی ہو کہ
میرے اُنکے پولیٹکل عقائد مین کس قدر اختلاف ہے۔

تاریک خیال:۔ کیا عقائد بھی پولیٹیکل ہونے لگے؟ جل جلالہ، اس ترقی کے زمانے مین
جو کچھ ہو تھوڑا ہے۔ شوکت محمد کے عقائد تو بحمد اللہ اسلامی ہین۔ تمھارے عقائد
اگر ارتقائی مدارج طے کرکے پولیٹکل ہو گئے تو مبارک ہو۔

روشن خیال:۔ بھئی۔ تم پر تو ولایت ایسی چھا گئی ہو کر تمھاری منطق بھی اندھی
ہوگئی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میرے اُنکے سیاسی نقطۂ نظر مین فرق ہے۔

تاریک خیال:۔ نظر کیا دل مین بھی فرق ہے اور اس کا علم مجھے کیا ہندستان کے
اونچے پہاڑون کی چوٹیون تک کو ہے۔ مگر مجھے یہ معلوم نہین کہ دونون نقطون
مین کتنے فٹ یا کتنے گز کا بعد و فصل ہے

روشن خیال:۔ آپ مجھے بنا رہے ہین؟

تاریک خیال:۔ مجھے حسن تقدیر سے اسقدر حصہ ملا ہو کہ احباب کو میرے مزخرفات
اکثر یہی دھوکا ہوتا ہے۔ آپ ایسا خیال نہ فرمائین

روشن خیال:۔ خیر کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ آجکل سیاسی امور مین جو روش
مسلمانون کے اُس خاص طبقے نے اختیار کر رکھی ہے جس مین شوکت
علی محمد علی ہر دل عزیز ہین وہ سر سید علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر ہے۔

تاریک خیال:۔ بیشک نہین ہے۔

روشن خیال:- مین پوچھتا ہون کیون نہین ہے؟

تاریک خیال:- تبدیلی زمانہ۔ اختلاف حالات اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے

روشن خیال:- بس یہی اختلاف ہے۔ ہمارے اُنکے نقطۂ نظر مین۔ جسکے فرق کو آپ گردون سے نامٹنے بلٹنے تھے۔ یہ تبدیلی کیون کی گئی اور یہ تقاضائے وقت کی تیغ کیون لگائی گئی؟

تاریک خیال:- خدارا انصاف! حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کرام اور ائمۂ عظام رضی اللہ عنہم کے تعامل کو تو آپ حسب اقتضائے وقت تاویل طلب ماننے مین باک نہ کرین۔ مذہبی اوامر ونواہی مین ایسی ترمیم کر دین کہ پرانی بنی ہوئی فہرست اور آپکی نئی بنائی ہوئی فہرست مین ایک عنوان بھی مشترک نہ رہے۔ نص قطعی مین سے جتنے حصے کو آپ چاہین مختص الوقت اور مختص المقام کہہ کر منسوخ العمل قرار دیدین۔ چاہے آپ پر افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ والی وعید کیون نہ عائد ہوتی ہو اس مین کچھ مضائقہ نہین مگر سرسید کی سیاسی تعلیم کو آپ جف القلم بما ہو کائن مانین اور اُس مین ایک نقطے کی کمی بیشی کو گناہ عظیم اور موجب عذاب الیم جانین۔

جناب اب یہ بحث اس قدر فرسودہ ہو چکی ہے کہ بجائے اسکے کہ آپ خاکسار کو تاریک خیال سمجھین مجھے ڈر ہے کہ کہین آپ کا ہی شمار اہل ظلمت مین سے نہ ہو۔ مین پوچھتا ہون کہ کیا سرسید نے مسلمانون کو سیاسات مین حصہ لینے سے

ہر حالت مین اور ہر زمانے کے لیے قطعی ممانعت کر دی تھی یا اُن کے نزدیک
اُن کے زمانے مین اس کا وقت نہ تھا؟ پہلی بات تو ہو نہین سکتی۔ اب رہی
شق آخر سو اُن کے بعد اہل الرائے مسلمانون نے طے کر دیا کہ اب وقت
آگیا کہ مسلمان دیگر اقوام کے دوش بدوش سیاسیات مین پورا حصہ لین مین
تو کس شمار قطار مین ہون مگر اہل بصیرت تو یہ کہتے ہین کہ علماؤن کی سیاسی
ابجد خوانی بہت دیر مین شروع ہوئی اب تک تو انھین فارغ التحصیل ہو جانا
چاہیے تھا دنیا کے سیاست مین ایک منٹ کی دیر برسون پیچھے ڈال
دیتی ہے۔

ماندم کہ خار از پاکشم محمل نہان شد از نظر یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

بھائی صاحب! اب ہوا اور چلنے لگی ہے اور اُسکے جھونکے اب ڈرائنگ روم
اور کونسل ہال سے گذر کر مسجدون۔ مدرسون۔ خانقاہون اور تکیون تک مین
پہونچ گئے اور اب ان کی جنبش سے ترکی ٹوپیون کے پھندنے ہی نہین ہلتے بلکہ
عمامون کے شملے اور عباؤن کے دامن اور گدڑیون کے چیتھڑے تک لہرا لہرا کر
جھنڈیون کا کام دینے لگے۔ اب یہ ہوا نہ تمھارے روکے تھم سکتی ہے نہ خان بہادرون
اور آنریبلون کے روکے رُک سکتی ہے۔ جی چاہے تو چادرین تاننے اور پردے
لگانے کی کوششین کر کے دیکھ لو سع چراغ رہ گذر باد کا انجام روشن ہے۔ ہندو
بھائی تو منزلون آگے بڑھے ہوئے ہین مین کہتا ہون کہ کوئی مسلمان نہین جسے

تعلیم اور حالات گرد و پیش نے اور کچھ نہین تو سرنگ کے رستے ہی اپنی جگہ سے کوسون آگے نہ پہونچا دیا ہو۔ بیچارے شوکت علی محمد علی یا اُن جیسے رہ نوردان بادیۂ عشق تو کھلے میدان پر چلنے کی وجہ سے بدنام ہین۔

ہیچ کس بے دامن ترنیست اما دیگران بازمی پوشند و ما در آفتاب افگندہ ایم

قصۂ معاف۔ اور تو اور خود جناب بھی نشاۃ الاخریٰ سے متاثر و متکیف بلکہ متمتع و متلذذ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ کھانے اور غرانے کی تو اور بات ہی لیکن کیا یہ آخر یہلی مسلمانون کی سیاسی جدوجہد ہی کا ثمر بیش رس نہین ہے جس سے جناب کے نمود و نمائش کے کام ودہان لذت اندوز ہو رہے ہین ۔۔ ۔۔

روشن خیال :۔ ارے بھائی تم تو بھرے آئے تھے کہ ایک زبان ہین کیا کچھ کہہ گئے ۔۔۔۔ ۔۔۔۔

ابلق خیال :۔ السلام علیکم

روشن خیال :۔ وعلیکم السلام۔ آئیے آئیے آپ ہی کی کمی تھی۔

ابلق خیال :۔ (تاریک خیال سے) کہو بھئی شوکت علی محمد علی سے ملے ؟ مین نے بھی اسٹیشن پر دیکھا تو تھا مگر بات چیت نہ ہوسکی

تاریک خیال :۔ ہان مین تو مل آیا۔

روشن خیال :۔ سنا ہے شوکت علی پہلے سے بھی زیادہ موٹے تازے ہین۔

تاریک خیال :۔ جی ہان " صید از ذوق گرفتاری بخود بالیدہ است "

ابلق خان :- کچھ قید فرنگ کے مصائب بھی بیان کرتے تھے ؟

تاریک خیال :- وہ سمان دیکھنے کے قابل تھا جب شوکت سے ایک دوست نے پوچھا "کہو بھئی کیسی گذری ؟" اور اُنھون نے جھوم کر سر کو ایک مستانہ اور پر کیف جنبش دیکر نیم باز آنکھون سے تکتے ہوئے کہا ع

مستئ آن ساغر سرشار ما و ہم و دل

روشن خیال :- اور محمد علی کا کیا حال ہے ؟

تاریک خیال :- اُن کا جوش قلزم آشامی ابھی العطش العطش ہی پکارتا ہے -

آن قدر زخمے کہ دل می خواست در پیکان نبود

ابلق خیال :- بھئی مین اُن کا خیر طلب ہون ۔ ملاقات ہوئی تو کہون گا بس اب تو خاموش بیٹھو -

تاریک خیال :- برا نہ ماو تو کہون ؟

ابلق خیال :- کہو بُرا کیون ماؤن گا ؟

تاریک خیال :- آپ اُن کے کہنے سے حصول خطاب کی کوشش سے دست بردار ہو جائین گے جو وہ آپکے کہنے سے حصول خواب کی کوشش سے دست بردار ہو جائین

ہر بہ ترک تعلیم می کند ناصح   اگرچہ خود نتوانست ترک دنیا کرد

ابلق خیال :- یار عجب آدمی ہو ! مین اُن کے بھلے کی کہہ رہا تھا یا بُرے کی ؟

تاریک خیال: بہن سے زیادہ تو بھائی پرے کی بہن کی انھیں ایک چیز پسند ہے انھیں دوسری چیز۔ اپنی اپنی طبیعت اور اپنی اپنی ہمت!

ہر کس بقدر ہمت خود خانہ ساختہ — بلبل بباغ جغد بویرانہ ساختہ

ابلق خیال: تو ہم چند ہوئے۔

تاریک خیال: نہیں یہ تقدیر کے بہت زیادہ زور دیتے۔ اور وہ لوگ ویرانہ پسند بھی ہیں۔ بہرحال جو چاہو سمجھو۔

روشن خیال: بھائی میں نے دیر سے یہی کہہ رہا تھا کہ بہتر ہو اب دونوں بھائی اپنی قابلیتوں کو مفید کاموں میں صرف کریں۔

ابلق خیال: نہیں غیر مفید کام تو اب تک بھی نہیں کیے۔ محمد علی نے اخباروں کے ذریعے مسلمانوں کی بہت کچھ خدمت کی۔ مگر دلی آ کر ان کا قلم گستہ مہار ضرور ہو گیا تھا۔

تاریک خیال: اگر گستہ مہاری سے آپ کی مراد اعلان حق اور اعلائے صدق ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انھوں نے دلی آنے سے بہت پہلے بجائے قلم کی زبان پر قطرہ رکھنے کے اسکی ناک پر قطرہ رکھدیا تھا تا کہ مہار ڈالنے کی جگہ ہی نہ رہے۔ بند دروازہ جس حالت کو آپ گستہ مہاری کہتے ہیں اسی مقام کو حضرات آشفتہ سران تفتہ جگر زید اللہ جنونہم اپنی اصطلاح میں دعوت سنگباری سے موسوم فرماتے ہیں۔ اسی نشہ دعوت ہی کا اہتمام تو تھا جو محمد علی قطب بنا ہوا

چڑھ چڑھ کر پکارتے تھے :-

طفلان شہر بے خبر از جنون ما ۔۔۔ یا این جنون ہنوز سزاوار سنگ نیست

الق خان :- مگر اس میں شک نہیں کہ دونوں بھائیوں کے استقبال ملک کے طول و عرض میں اس زور شور اور جوش و خروش سے ہوئے اور ہو رہے ہیں کہ مشکل سے کسی اور کو نصیب ہوئے ہونگے امرتسر، رامپور، مراد آباد، دہلی، میرٹھ، آگرہ، کانپور، علی گڈھ، لکھنؤ، ہر جگہ ہندو مسلمان آنکھیں بچھا رہے ہیں !

تاریک خیال :- اب تو آپکے منھ میں بھی پانی بھر آیا جناب ؟ اللہ! یہی چٹخارے تو ہیں جو نظر بندی اور جیل کی تلخیوں کو مغلوب کر دیتے ہیں !

عاشقی بدنامیے دارد و لے کا ستے خوش است

جناب ملا ۔ آق تمال صاحب ۔

مسٹر صاحب دین

گذشتہ جنگ کے نتائج بد قلموں میں سے جہاں اہل دنیا کو یہ احسان عظیم کبھی
نہ بھولنا چاہیے کہ فاتحین نے ضعیف قوموں کی ہمدردی و تحفظ کے خیال سے
ضعیف الاقوام کے سر سے حکمرانی و جہانبانی کا بے نتیجہ بوجھ ہلکا کر دیا وہاں یہ
نقصان عظیم بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حالات مابعد الحرب نے نسل انسان کے
ایک انگشت نما اور قابل اعتنا طبقے کو بے حیثیت طبقے کے چراغ سحری اور آفتاب
لب بام بنا دیا۔ اس طبقے سے میری مراد یونیورسٹی زا گروہ سے ہے جو طریق
تعلیم اور افتاد خیال اور وضع قطع اور طرز ماند و بود کے اعتبار سے اپنی ایک
جداگانہ ہستی قائم کر چکا تھا۔ کیا یہ جذبات پر خاص اثر ڈالنے والی حقیقت نہیں
ہے کہ اس عجیب الخلقت گروہ کے افراد جو اب تک اپنے نام کے ساتھ بالعموم مسٹر
یا اسکوائر کا عدم التزام اپنی سب سے بڑی اور ناقابل معافی توہین سمجھتے تھے۔
اب مولانا۔ مہاتما۔ [illegible] حریت اور [illegible] کے ناقابل [illegible] گروہوں میں
ضم ہو ہو کر اپنی ہستی [illegible] کیے دیتے ہیں۔ وہ جنٹلمین جو جسم تو بجائے خود اپنے
جذبات و خیالات اور الفاظ و عبارات تک کو بغیر کوٹ پتلون پہنائے
کسی کے سامنے آنے نہیں دیتے تھے اب کھدر کے کرتے اور گاڑھے کی

دھوتی پائجامے میں بلا کسی جھجک اور ہچکچاہٹ کے ہر جگہ آتے جاتے ہیں۔
اب حالت یہ ہے کہ گاڑھے کے روئی دار فرغلوں نے کشمیرے کے اوورکوٹوں
کو معزول کر دیا۔ کھلے گریبان کے کرتوں نے پس دریدہ کوٹوں کو شکست فاش
دیدی۔ لونڈر کی جگہ پسینے نے لی۔ سگرٹ معدوم اور بیڑی ہر جگہ موجود
اُسترے۔ خساروں کے صحن میں مشی کرنے کی جگہ سروں کی چھتوں پر دوڑنے
لگے۔ اگر یہی اہل دیار ہیں تو مجھے اپنے جذبات کو (عام اس سے کہ وہ
انبساطی ہوں یا انقباضی) نہایت کوشش سے روک کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ
جس جدید طبقے کو چند زمانہ شناس بزرگوں نے بُرا بھلا کہہ کر اور دکھ سہہ کر
پنجاہ سالہ کوشش و کاوش کے بعد کہیں پایا تھا اور جسے ہر شہر ہر قصبے بلکہ
ہر ہر گاؤں کی گلی کوچوں میں دیکھنے کی پچاس چالیس برس سے آنکھیں
عادی ہو گئی تھیں وہ اب سے دو چار برس کے اندر اندر ایسا معدوم و مفقود
ہو جائیگا کہ اس کا ایک فرد نمونے کے طور پر عجائب خانے میں رکھنے کو بھی تو نہ
ملیگا اور مولوی صاحبان خوش ہو ہو کر کہیں گے۔

فما بکت علیہم السماء والارض

کہتے ہیں کہ طوفان نوح سے پہلے سطح ارض کے کسی حصے پر ڈوڈو DODO
اور میمتھ Mammoth نامی جانوروں کی نسل تھی۔ خدا جانے آب و ہوا
کے راس نہ آنے (یا آجکل کی اصطلاح میں) ترک موالات پر عامل یا غیر عامل

ہونے کی وجہ سے اِن دونون کی نسل مستاصل ہوگئی جیوانات کی کوئی
کتاب اُٹھاکر دیکھو تو معلوم ہوکہ علما ارفن کو کمی معلومات کی وجہ سے اِن دونون
جانورون کی شکل وصورت کی تشخیص و تعین مین کیسی کیسی اُلجھنین اور دقتین
پیش آتی ہین۔ کوئی کہتا ہے کہ کارنوال مین ٹین کی کان کھودتے میمتھ کے
ڈھانچ کا ایک حصہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اُسکے ہاتھی کے سے لمبے
اور سیدھے دانت ہوتے تھے۔ دوسرا لکھتا ہے کہ میلبورن مین کوئلے کا غار
تلاش کرتے میمتھ کے ڈھانچ کا ایک حصہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اُسکے
دانت بارہ سنگھے کے سینگ کی طرح شاخ دار ہوتے تھے۔

اِن مثالون کے بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہو کہ پہلے بھی بہت سے
[illegible] جو ہمارے اِس سیارے پر بستے تھے اور جو بعد مین معدوم النسل ہوگئے
چونکہ [illegible] زمانے کے علما و مورخین نے سستی و بے توجہی سے کام لیا
اور اُن کے متعلق صحیح معلومات قلمبند نہ کیے لہٰذا ان جیوانون کے تفصیلی
حالات آج تاریکی مین ہین۔

اِسی طرح جب خدانخواستہ..........................(اِس فرقے کے دشمن
پیر اقلم پکڑتے ہین اور کہتے ہین کہ لکھو انشا اللہ) یہ جدید تعلیم یافتہ اور متفرنج طبقہ
ڈوڈو اور میمتھ کی طرح معدوم ہوگیا اور اپنی صحیح تصویر نہ چھوڑ گیا تو آیندہ نسلین
اسکے متعلق بھی تاریکی مین رہین گی اور اِس تاریکی کا ذمہ دار اخبارون اور

رسالون کے ایڈیٹرون اور کتابون کے مصنفون کو قرار دین گے۔ یقین فرمائیے کہ مجھے تو اُس وقت کے تصور سے آج شرم آتی ہے جبکہ آنے والے مورخین اور ماہرینِ حیوانات آج کل کے اہالیانِ قلم دوات کو جن مین خصوصیت کے ساتھ جناب خواجہ مصورِ فطرت اور اسسٹنٹ کلکٹر جوش کے نام لیے جا سکتے ہین۔ کوتاہ قلمی بلکہ خفا رِ واقعات کے جرم کے پاداش مین ازالہ حیثیتِ عرفی تک پہونچنے والے الفاظ سے یاد کرین گے۔

خاکسار ذرۂ بے مقدار نہ اہل قلم ہے نہ مصور۔ نہ ماہر حیوانیات ہے نہ عالم نفسیات۔ سطور ذیل کی غایت جز این نیست کہ ارباب فن کو اُس ضروری اور اہم کام کی طرف دلالت علی الخیر ہو۔

یہ ایک نہایت کاواک خاکہ ہے۔ اُمید کہ کوئی صاحب اِس سے زیادہ صحیح اور واضح خط وخال کی تصویر کھینچین گے تاکہ مستقبل کے مورخ اور ماہر حیوانیات کے لیے ایک کار آمد تاریخی۔ علمی اور نفسیاتی مواد محفوظ رہے۔

کیا حقیقت مین آپ مسٹر صاحب دین سے واقف نہین ؟ تعجب ہے! مین تو یہ خیال کرتا ہون کہ طول و عرض ہند کی شہری آبادی مین کوئی لکھا پڑھا آدمی نہین جو اُسے نہ جانتا ہو۔ چاہے اب وہ اِس تصویر کے پردے مین اسے پہچان نہ سکے مسٹر موصوف کا سوقیانہ اور عجیب نام اس کی مشہور و زبردست شخصیت کے

چہرے پر لاعلمی اور بے اتفاقی کا نقاب نہین ڈال سکتا بلکہ مین تو نام مین بھی سوقیت
و عجابت کے تسلیم کرنے کو کسی طرح تیار نہین ہون۔ آخر مسلمانون مین چراغ دین،
میران دین، شاہ دین، اور ہندون مین رام دین، گنگا دین، ماتا دین، عام طور پر
شرفا و معززین کے نام ہوتے ہی ہین۔ بہرکیف آپ اگر سطر موصوف سے واقف
نہین تو معاف کیجیے یہ آپکے عدم وقوف کا ثبوت ہے نہ اس کے عدم شہرت کا۔ اور
آپ ہی جیسے حضرات کی معلومات مین اضافہ کرنے کی غرض سے مین اس سبق آموز
اور نتیجہ نما شخصیت کے خال و خط کا محض خاکہ پیش کرنا چاہتا ہون۔

۵ ملاحظہ ہو حاجی لیلم ابن حاجی قشمشم کی کتاب "اسمآء سمیتموہا انتم و آباؤکم" جو اس مبحث پر
اس صدی کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ پہلے باب مین مفرد نامون کی تقسیم مشتق، جامد
مہمل کے تفصیلی تذکرے کے بعد دوسرے باب مین مرکب نامون کی تفریق و تفصیل ہے جن مین
ایک قسم معجون مرکب بھی ہے۔ اسی سلسلے مین حاجی صاحب فرماتے ہین: "شہرت، علمیت
و شرافت کے ثبوت کے لیے نئی زمانہ نامون مین جو عمل ارتقائی جاری ہے اس کی بہترین
مثال یہ ہے کہ کل تک جس شخص کا نام چراغ دین تھا آج وہ جزو ثانی پر الف لام بڑھا کر اپنے
آپ کو چراغ الدین کہتا ہے اس مین مغالطہ یہ ہے کہ وہ دین کو بجائے دین ہندی کے دین
عربی یقین کرتا ہو اور باور کراتا ہے۔ خاکسار کے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ حضرت نصیر الدین
چراغ دہلوی کے آستانۂ عالیہ پر دعا کرنے یا حضرت میران سالار مسعود غازی کی منت ماننے

علماء یورپ کے تاریخی انکشافات نے اس مسئلہ کو براہین و دلائل سے قطعی مستغنی کر دیا ہے کہ "دورِ ابوت" سے پہلے جسے عصر حاضر کے شواہد توحش میں شمار کرنا چاہیے عہد ماضی کی سب سے بڑی تمدنی نشانی "دورِ اموت" تھا یعنے قدرت شناس اور منزلت فہم زمانے نے آج جو تفوق جنسِ ذکور کو بخشا ہے کہ علاوہ اثاث البیت کے وہ اولاد و انساب تک پر اپنی ملکیت کا سکہ بٹھاتا ہے۔ یہی تفوق کم از کم جہاں تک اولاد و انساب کا تعلق تھا پہلے جنس اُناث کو حاصل تھا۔ حقیقت میں تشخیص و تعین نسب کے لیے یہ زمانہ دور "عین الیقین" تھا۔

صاحب دین اسی عہد اموت کی یادگار ہے۔ یعنے وہ اپنی اضافت

(بقیہ صفحہ ۰،) یا کسی فقیر یا سید سے رجوع کرنے کے بعد جو لڑکے پیدا ہوں اُن کے نام چراغ دین، میران دین اور شاہ دین رکھے جائیں۔ یعنے دادہ چراغ دہلی، دادہ میران (سالار مسعود غازی)، دادہ شاہ (بو علی قلندر یا شاہ برکت علی) اور یہ نام بالکل ایسے ہیں جیسے کریم داد مولاداد، میرداد شاہ داد۔ اگر یہ قیاس صحیح نہیں ہے تو خدارا مجھے سمجھاؤ کہ جن باپوں نے اپنے لڑکوں کے نام چراغ الدین، میران الدین اور شاہ الدین رکھے ہوں اُنھیں علم و مذہب کی میزان میں تول کر میں کیا سمجھوں" حاجی لملم صاحب کی اس کتاب کے اقتباسات ہم کبھی کبھی پیش کرتے رہیں گے۔

اپنی اُس گود سے قائم کرتا ہے جس مین اس نے عہد طفلی مین ہاتھ پاؤن چلائے ہین۔

مسٹر موصوف کو عالم وجود مین لانے کا امتیاز جس خاتون کو حاصل ہوا اُن کا میکے کا نام "توہن برتی" مگر سسرال مین آکر اُنھین اِس نام کے علاوہ "کلیہ کماری خاتون بھی کہتے ہین۔

مسٹر صاحب ودین کے والد اضافی یعنی اِس ملک کے جوز اصفت رئیس اب "مسھن رائے" سے اُن خاتون کی شادی کا واقعہ تاریخ کی کتابون مین نہایت تفصیل و تشریح سے مرقوم ہے جس کا لب لباب یہ ہے یہ شادی۔ گڑھ کپتان اُسے

سلہ غیرزبان کا لفظ ہے اِس واسطے تلفظ کی غلطی قابل معافی ہے۔ بعض ثقہ حضرات سے اِس نام کا تلفظ یہ فی ورسٹی سُنا ہے۔

سلہ ڈاکٹر اقبال جو علاوہ کشفت وکرامات کے علم تواریخ مین بھی بہت کچھ دخل رکھتے ہین سُنا ہے کہ اُنھون نے کسی جگہ فرمایا تھا کہ "کشور ہند مین کلیہ نام کا بت" یعنے مجسمہ بھی تیار کرایا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ پتہ نہ لگ سکا کہ کشور ہند کس خاص شہر کا نام ہے اور اب وہ بُت وہان موجود بھی ہے یا نہین

سلہ علی گڈھ کے وہ اولڈ بوائے جن کا تعلق کالج سے بیسوین صدی کے عشرۂ اول مین قائم ہوا شاید کالج کے میر عمارت گڑھ کپتان مرحوم سے واقف نہون لیکن اُنیسوین صدی کے عشرۂ آخر تک کے اولڈ بوائز کے دلون مین اِس زبردست شخصیت کی یاد اب تک لطف و مسرت کی

لارڈ میکالے کی مسلسل و متواتر سعی و کوشش کا بے نتیجہ نتیجہ تھی۔ خاتون موصوفہ نہایت طرار و چالاک تھین۔ خوش نصیبی سے میان سلے نیسے گاؤدی اونٹ۔ سسرال مین جو آئین تو میکے کے خیالات، میکے کی وضع قطع اور میکے کی زبان کو اپنے ساتھ لائین۔ اب گھر کے کام کاج پر سب نوکر چاکر میکے ہی وللے بھر دیے۔ بڑے سے بڑا احسان جو سسرال کے تمدن پر کیا وہ یہ تھا کہ سر سے الزام اُتارنیکو اِس بستی کی ایک سٹری بُسی بڑھیا خادمہ[1] رکھ لی۔ صاحب دین کی ولادت کا زمانہ دورِ توسبانیہ کا آخری عہد ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جب حکومت مآب ہاتھ کلکتہ مدراس کی کوٹھیون مین چونہ، شورہ، سیاہ مرچین، توتے اور لٹھا، ململ، لنکلاٹ ناپتے تھے۔

(بقیہ صفحہ) وہی کیفیت پیدا کرتی ہوگی جو آڑے ترچھے ناہموار پنیچون الی پگڑی اور ٹانگر کھے پر کوٹ اور کوٹ پہ صدری مین ملبوس پونے سات فٹ بلند جسم انسانی کو زمانہ طالب علمی مین دیکھکر پیدا ہوتی تھی سپید ڈاڑھی اسے پوپلے منھ سے کالج کی عمارت کے مزدورون اور خصوصاً مزدورنیون کو ڈانٹ ڈپٹ اور دشنام بادی کیساتھ وشنام دہی سے نکار۔ کالج کی پارٹیون مین شرکت اور طلبا کو نصیحت سر سید مرحوم کے ساتھ بے تکلفانہ ظرافت ہر طالب علم کو ابتک یاد آکر لطف دیجاتی ہوگی۔ میکالے مصطفےٰ خان اور سر آکلینڈ کالون والا لطیفہ اگرچہ ہر پرانے طالب علم کو یاد ہی مگر اسکے اعادہ کا یہ موقع نہین۔

[1] سیکنڈ لینگویج۔

محققین عالم چاہے وہ قدیم نظامات ارسطاطالیسیہ فیثاغورسیہ سے تعلق رکھتے ہون یا جدید اسکولات ہکسلیہ وڈارونیہ سے، اس امر پر متفق اللسان ہین کہ صاحب دین نوعی اعتبار سے حیوان ناطق کی ایک مضمحل سی شاخ ہے۔ ساتھ ہی اسکے اہل نظر اُسکی ایک خصوصیت بدیہی یہ ظاہر کرتے ہین کہ حیوان ناطق کے عام مولود کے خلاف صاحب دین مان کے پیٹ سے منڈی داڑھی والا چہرہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے ایک حکیم اور ماہر حیوانیات تو بجاے خود رہا ایک عامی بھی سوائے اسکے اور کوئی نتیجہ نکال ہی نہین سکتا کہ وہ حالت جنین ہی مین داڑھی مونڈنی شروع کر دیتا ہے۔ اب اگر کوئی سفسطی یہ موشگافی کرے کہ مان پیٹ مین اُسے اُسترہ کہان ملتا ہوگا تو اسکا الزامی جواب یہ ہے کہ مرغابی اور بطخ کے بچون کو تیرنا سیکھنے کے لیے انڈون کے اندر دریا اور سوئمنگ باتھ swimming-Bath کہان ملتے ہونگے۔

مثل مشہور ہے "مان پر پوت پتا پر گھوڑا۔ بہت نہین تو تھوڑا تھوڑا" صاحب دین نے "ان کی گود" مین آنکھ کھولی تو مان ہی کی وضع قطع اختیار کی اور مان ہی کی زبان بولنی شروع کی اور وہی حرکات وسکنات اور وہی خیالات۔

اب ہم عام سوانح نگارون کی طرح صاحب دین کے ابتدائی زمانے کے حالات کی تفصیل لکھ کر وقت ضائع کرنا نہین چاہتے لہذا اُن کی جوانی کے حالات وخیالات جستہ جستہ بلا ترتیب وتبویب پیش کرتے ہین:-

صاحب دین نے ہوش سنبھالتے ہی ایک نظر میں تاڑ لیا کہ قدیم تہذیب و تمدن کا بوسیدہ ڈھانچ کا پھونک دینے کے قابل ہے۔ چنانچہ وہ اس کا قائل نہیں ہے کہ اولاد پر والدین کے کچھ حقوق ہوتے ہین۔ اُسکی نظر مین یہ محض اتفاق ہے کہ باپ باپ واقع ہوا ہے ورنہ ہو سکتا تھا کہ وہ بیٹا ہو۔ وہ زیادہ سے زیادہ پیارے باپ کا مستحق ہے اور اگر زیادہ ترقی کی گنجائش ہو تو وہ بڈھا بیوقوف کافی ہے۔ بھائی ایک رقیب ہے جسکے مقابلہ مین اپنے حقوق کا تحفظ لازمی ولابدی ہے اصلی عظمت و عزت کی مستحق زوجہ ہے نہ کہ ان۔

اب تک عام خیال یہ تھا کہ صاحب دین سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر طبیب شاعر اور مرتشی نہین ہو سکتا لیکن جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صاحب دین کے جسم مین طبابت شاعری اور رشوت خواری کے جراثیم موجود ہین۔ چنانچہ بعض قابل قدر ہستیان ایسی ہین جن مین یہ سب یا بعض خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہین۔

جس طرح ہمارے یونانی اطبا نے آلو، انڈے، دہی، اور دنیا بھر کے کھانے پینے کی چیزون کا مزاج نکال لیا ہے اور درجہ قائم کر کے یہ قرار دیا ہے کہ کون چیز کس درجہ مین گرم ہے کس درجہ مین سرد۔ کس درجہ مین تر ہے اور کس درجہ مین خشک معلوم نہین اسی طرح صاحب دین کو بھی اشیا کو اپنی سمجھ کر

کسی طبیب نے اِس کا بھی مزاج نکالا ہے یا نہین۔ اگر نہین تو اس فروگذاشت پر افسوس کرتے ہوئے فقیر اپنا اجتہاد پیش کرتا ہے کہ میرے تجربہ مین صاحب دین ایک مختلف المزاج و الکیفیت چیز ہے۔ تفصیل اسکی یہہ ہے کہ ایک صاحب دین کا مزاج کسی دوسرے صاحب دین کے ساتھ تو ہمیشہ گرم تر رہتا ہے مگر غیر صاحب دین کے ساتھ عموماً سرد خشک اور غصہ یا ریل کے سفر کی حالت مین گرم خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے صاحب دین کے لیے چاہے وہ فہرست چندہ لیکر آئے یا دعوت چاہے ایک صاحب دین ہمیشہ سریع الهضم ہے مگر غیر صاحب دین کیلیے چاہے وہ خفیف سی خفیف درخواست ہی لیکر آئے وہ نہایت بطی الهضم ہے۔

انگلستان پلٹ[۱] صاحب دین کو لندن سے ناگفتہ بہ محبت ہی۔ اپنے قیام لندن کے واقعات کو بیان کرتے وقت اسکی زبان سے غیر معمولی طلاقت۔ اس کی آنکھوں سے غیر معمولی چمک اور اسکے چہرے سے غیر معمولی مسرت آمیز حسرت یا حسرت آمیز مسرت

---

[۱] انگلینڈ ریٹرنڈ کے لیے انگلستان پلٹ سے بہتر لفظ مجھے نہین مل سکا اسلیے مین انجمن ترقی اردو سے عموماً اور مولانا وحید الدین صاحب سلیم سے خصوصاً درخواست کرونگا کہ اس لفظ کو وہ اپنے آغوش استعمال مین لین۔ اِس لفظ مین حالت مفعولی کے علاوہ حالت فاعلی کا بھی پہلو نکلتا ہی۔ چنانچہ سال پلٹ کے ساتھ ہی کایا پلٹ بھی ملحوظ رہے۔

ہرنے لگتی ہے اور آخر کار وہ بیتاب ہو کر کہہ اُٹھتا ہے "پیارے پیارے بڈھے لنڈن اکس قدر مین چاہتا ہون کہ تیری آغوش مین جان دون"۔ عشاق کا اپنے محبوب کے قدمون اور آستانے سے کام لیکر اسکی آغوش مین جان دینا تو دیوانون کا پامال مضمون ہے دیگر صاحب دین کی اس تمنا مین ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ وہ اگرچہ معاد کا قائل نہین ہے اور اُسے یقین ہے کہ ثواب و عذاب حشر و نشر اور حیات بعد الموت مذہب کی سخن سرائی ہے۔ لیکن آخر وہ مشرقی ہے۔ بچپن کی باتین کان مین پڑی مشکل سے نکلتی ہین اس لیے ڈرتا ہے کہ مبادا مشرق مین یہ باتین سچ ہون اور یہان سے جانے والون کے لیے وہان روک ٹوک اور قرنطینہ ہوتا ہو۔ مگر لنڈن والون نے راہ و مقام کے موانعات صاف کر لیے ہونگے۔ وہان کی معرفت جانے والون سے فرشتے تعرض نہ کرین۔

صاحب دین خدا کا قائل ہو یا نہ ہو مگر خدا سے اُسے بہت سی شکایتین ضرور ہین۔ اکثر شکایتین تو ایسی ہین جن کا وہ کچھ نہ کچھ انتظام کر لیتا ہے مثلاً وہ ناقابل اعتنا ہستی جسے دنیا اُس کا اتفاقی باپ جانتی ہے اور جسکے وجود سے تو اُسے بہت کم سابقہ پڑتا ہے مگر اس کے نام سے کام لینے کی اُسے اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب کسی دفتر مین اسکی ولدیت لکھی جائے۔ اگر وہ ہستی جنٹلمین نہین ہے تو صاحب دین اسے اپنے ڈرائنگ روم مین کبھی گھسنے ہی نہین دیتا یا مثلاً اُس کا موروثی گھر کسی

جنٹلمین کے آنے کے قابل نہین ہے تو وہ وطن مین آمد و رفت ہی کم رکھتا ہی اور اگر
آتا ہی تو ہوٹل یا ویٹنگ روم ہی مین وقت گزار لیتا ہی لیکن دو شکایتین ایسی ہین جنھین
وہ نہ کبھی نظر انداز کر سکتا ہے نہ معاف۔ یعنے اس کی کالی رنگت اور جاہل بیوی۔ یہ
دونون کی دونون چیزین ایسی ہین جنھین نہ وہ شرم سے چھپا ناہی چاہتا ہی اور نہ فخر سے
ظاہر ہی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح اس کا زیادہ وقت صابن اور ادویہ
مصبح اللون کے استعمال مین گزرتا ہے اسی طرح اس کی عمر کا معتدبہ حصہ ہستی انسانی کے
نصف کرۂ شمالی دکیونکہ اماں حوا بابا آدم کی شمالی پسلی سے پیدا ہوئی تھین) کے ترفہ
حالت اور رفع جہالت کی تدابیر سوچنے مین گزرتا ہے۔

وہ انگریزی اچھی بولتا ہے یا بری مجھے اس کی نسبت کچھ کہنا نہین۔ کہنا یہ ہی
کہ وہ بہت زیادہ بولتا ہے۔ مثلاً وہ اپنے نوکر۔ اپنے گھوڑے۔ اپنے کتے حتیٰ کہ اپنے
مچھر اور اپنے کھٹمل اور اپنے جوتے تک سے انگریزی بولتا ہی۔ اور جب کبھی اُسے
مجبوراً اپنی دیسی زبان بولنی پڑتی ہے تو وہ ایک ایسی کھچڑی ہوتی ہے جس مین بلا
مبالغہ ۱۵ چھٹانک سپید چاول (انگریزی الفاظ) اور صرف ۱ چھٹانک کالی دال
(دیسی الفاظ) ہوتے ہین۔

گنگا کو اگرچہ وہ ماں کا محبت آمیز خطاب دیتا ہے مگر کہتا "گینجز" ہی ہے۔ مکہ کو
اگرچہ وہ ہمارا اقدس مقام کہتا ہی مگر بولتا "میکا" ہی ہے۔

وہ سلطان کو سلطن اور خلیفہ کو سیلیف ہی کہیگا خدا کرے نہ پڑے کہ بنی ہو

ایک صاحب دین کو لفظ مسلمان کو غلطاً کہتے سنا ہے جب میں نے اُن کو پاس

سے یہ جدید ترین لفظ سُنا تو اُن کے چہرے کی حسرت دیکھ کر فوراً قطع من لا یلی منظمہ

پڑھ دیا ہے وہ کچھ نہ سمجھے۔ سب سے زیادہ مہربانی وہ ہندوستان کی سب سے

بڑی ریاست اور اس کے حکمران پر کرتا ہے۔ وہ حیدر آباد کے ہائی ڈسٹ ہائنس حضور

نظام کو نائی ذم ہی کہتا ہے

چند الفاظ اسکی زبان پر بار بار ایسے آتے ہیں جن کے معنی نہ وہ سمجھتا ہے نہ سمجھا سکتا

ہے۔ نہ اُن سے کام لیتے ہوئے وہی مافی الضمیر ادا کرتا ہے جو ان الفاظ کا اصلی مفہوم

ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

مجھے بہت افسوس ہے	I am very sorry.
آپکا شکریہ	THANK you.
آپکا بہت ممنون ہوں۔	much obliged to you.

حالات وخیالات کا تنوع وتناقض صاحب دین کو جذبات وحرکات متضادہ

کے ناگفتہ بہ کشاکش میں گرفتار کر دیتا ہے۔

جس گروہ میں ظاہری اور اتفاقی اعتبار سے اُس کا شمار ناگزیر ہو اُسکی کونسلی

اور میونسپلی اغراض کے تحفظ کو دیکھتے ہوئے تو اس کا جی چاہتا ہو کہ چاہے قدرت کا

غیر متبدل اُصول ہی ٹوٹے مگر اِس گروہ کے جنس اُناث کی گود بلا لحاظ عمر
و قامت روزانہ نہین تو ہر مہینے ایک نئے اور نوزائیدہ بچے سے بھری
جائے مگر جب وہ اپنی آمدنی یا تنخواہ پر نظر ڈالتا ہے تو "خشیۃ املاق" اُسے
فرینچ لیٹر اور ادویۂ اسقاط کے استعمال اور اِس اعتبار سے "قتل نفس" تک
پر مجبور کرتی ہے۔

سب سے زیادہ کشمکش جو صاحب دین کو پیش آتی ہے اور جو حقیقت مین
نہایت ہمدردی کے قابل ہے وہ مذہب کے متعلق ہے۔ ذاتی اعتبار سے اُسکے
خانۂ دماغ کے نئے کرایہ دار "فلسفہ اور خیالات مغربیہ" تو مطلقاً روادار نہین کہ
گھر کا پرانا مگر تارک سکونت مالک "مذہب" ایک منٹ کے لیے بھی گھر مین
گھسنے پائے مگر سوشل اغراض کے لحاظ سے ناممکن ہے کہ صاحب دین پرانے
مالک کے قبضہ سے ایک سکنڈ کے لیے بھی انکار کرسکے۔ اسلیے صاحب دین
کے متعلق یہ کہنا چاہیے کہ وہ نہ مذہب مین داخل ہے نہ اس سے خارج۔ نہ وہ اُسے
حقیقت مین چھوڑ سکتا ہے نہ سچ مچ پکڑ سکتا ہے۔ مگر صاحب دین پر بے دینی کا الزام
صحیح نہین۔ مین آستینین چڑھائے تیار بیٹھا ہون کہ پوری لسانی اور زور بیان سے
اسکی وکالت بلکہ بیرسٹری کرکے اُسے اِس الزام سے بچالون۔ کیونکہ تم نے تو
اُسے کوٹ پتلون اور ٹوپ ہی مین ڈھکا چھپا دیکھا ہے مگر مین نے کوٹ اور قمیص بلکہ
بنائن کے نیچے اُسے بازو پر تعویذ باندھے یا گلے مین جنیو پہنے دیکھا ہے اب یہ

اسکی مصلحت ہی کہ ان تمام چیزون کو وہ اتنے پردون مین کیون چھپائے رہتا ہی۔
تم نے تو اسکے ڈرائنگ روم کے کارنس پر وہسکی کی بوتل ہی دیکھی ہے۔ مگر
میری دوربین آنکھ نے اسی کارنس پر اور اسی بوتل کے پاس گلدستے سے
چھپی ہوئی زمزم یا گنگا جل کی شیشی بھی دیکھی ہے۔ تم نے تو اسکی لائبریری کی
الماری مین بیکن اور سوین برن اور انگرسال کی تصانیف ہی دیکھی ہین۔ مگر مین نے
اسی لائبریری کی اُسی الماری مین قرآن کریم یا گیتا کا انگریزی ترجمہ بھی دیکھا ہی بلکہ
یہ بھی دیکھا ہے کہ جب ندولا اور ڈیوماس پڑھتے پڑھتے وہ تھک جاتا ہی تو محض
کلاسیکل لٹریچر کے طور پر وہ اِس ترجمے کے بھی دو ایک صفحے سگار کے کشون یا
وہسکی کے پیگون کے درمیان پڑھ لیتا ہے۔

وہ مذہب کا پابند ہو یا نہ ہو لیکن اگر وہ خوش قسمتی سے کونسل مین پہونچ
جاتا ہے تو اسکی مذہبیت پر مسجدون کے لوٹے اور مندرون کی گھنٹیان قربان
کرنیکو جی چاہتا ہے۔ خاکی شاہ کے میلے یا دھرلیا اماوس کے دن کو عام تعطیل
قرار دیے جانیکے لیے وہ جیسی سر توڑ کوشش کرتا ہے اُس کا حال کونسل روم
کی میزون، کرسیون سے پوچھو۔ وہ وقت دیکھنے والے اور اُسکے علمی مان اور خلاقی
باپ کو اُسکی مذہبی خدمت پر مبارکباد دینے کے قابل ہوتا ہے جب وہ پیگ لیکر
اور اپنے لونڈر آگین رومال سے ہونٹون یا مونچھون کا نم پونچھکر اجمیر کے عرس
یا ہردوار کے جاترا مین جانے والے مسافرون کی آسانی کی غرض سے تیسرے

درجے کی گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا رزولیوشن پیش کرنے کھڑا ہوتا ہے
اسکی تقریر کا یہ جملہ "مائی لارڈ"! اجمیر شریف کا عرس (یہ انگریزی تک میں شریف"
کا لفظ استعمال کرتا ہے) ہمارے مذہب کا مقدس ترین اور اہم ترین فریضہ ہے" میرے
اس استفہامی دعوے کا ثبوت ہے کہ کیا اس سے بڑھ کر مذہب کا خادم تصور میں
آسکتا ہے! معترض کہہ سکتا ہے کہ عرس کو مقدس ترین اور اہم ترین فریضہ کہنا
کم سے کم جہالت اور زیادہ سے زیادہ بہت کچھ ہے۔ مگر فرض۔ واجب سنت اور
نفل کی تفریق و تمیز تو علمار کا کام ہے۔ اُس سے اس کی اُمید ہی کیوں رکھو
نماز اس نے خود چاہے سفید جمعرات ہی کو پڑھی ہو مگر جمعہ کی نماز کے لیے
مدارس اور دفاتر میں چھٹی دلانا بجا طور پر اس کا سب سے بڑا مذہبی کارنامہ
ہے۔ مذہب اور مذہبیت کی ضرورت اسے صرف کونسل یا چنگی کی ممبری
کے انتخاب کے وقت پڑتی ہے۔ اس زمانے میں اُمیدوار صاحب دین
کو صبح کے بے وضو و بے طہارت غسل سے شام کی نماز میں شامل ہوتے اور
اپنے حلقے کے غریب سے غریب مردے کے جنازے میں شرکت کرتے دیکھا گیا ہے۔
ایک اُمیدوار کونسل صاحب دین کے حلقہ رائے دہندگان میں اتفاق سے
دیوبند کا مدرسہ بھی شامل تھا لہذا جماعت علماء سے رائے مانگنے جانے سے
قبل صاحب دین کو ڈاڑھی کا کھیت رکھانا پڑا تھا۔
یوں تو ہر صاحب دین کا ایک ہی مذہب ہے یعنی یہ کہ مذہب قابل اعتنار

ہیں لیکن عموماً دو گروہ ہیں ایک وہ جنھوں نے بچپن میں پاجامہ پہنا ہے اور
ایک وہ جنھوں نے دھوتی باندھی ہے اب دونوں گروہوں میں سے جو
صاحب دین ہیں کونسل یا میونسپلٹی کا ممبر ہو جاتے تو پاجامہ اور دھوتی پر آ کر
رکھ کر سب سے بڑی مذہبی خدمت یہ تھا۔ چنانچہ کونسل یا میونسپلٹی
میں اس قسم کے سوالات صرف اسی کی ذات سے مذہب کی اہانت کا باعث
ہوتے ہیں۔

(۱) کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے بتائے گی کہ فلان محکمے کے چپراسیوں میں اس کے
ہم مذہب چپراسیوں کی تعداد دوسرے ہم مذہب افراد کی مردم شماری
کے تناسب سے کم کیوں ہے۔

(۲)۔ میونسپل بورڈ نے امسال جو نالیاں بنوائی ہیں ان میں سے اس کے
ہم مذہب افراد کے ایک محلے کی ایک نالی میں چند نیم پختہ اینٹیں لگانے سے
اس کے ہم مذہب سکنائے محلہ کی بڑی حق تلفی ہوئی ہے بورڈ کو چاہیے کہ وہ
اینٹیں نکلوا کر سرخ پختہ اینٹیں لگوا دے۔

صاحب دین کے یوں تو بہت سے دشمن ہیں مگر دو ایسے ہیں جن کے
ہوتے ہوئے اس کی رائے میں مسلمان کبھی پنپ ہی نہیں سکتے یعنے پردۂ نسواں
اور رمضان کے روزے۔ مولوی اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکے۔ سود کو وہ

دار الحرب کہکے جائز کر چکا۔ انگریزی وضع کو وہ ترکون کی تقلید مین حق بجانب ثابت کر چکا۔ مگر یہ دو چیزین ایسی ہین جنکے لیے مخلص تلاش کر رہا ہے مگر ابھی قطعی طور پر کامیاب نہین ہوا ہے۔ صاحب دین کو اس حقیقت کا علم ہے کہ قانون ملکی شیشے کا بنا ہوا ہے اور قانون مذہبی ربڑ کا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تعزیرات ہند کی خفیف سے خفیف دفعہ کی خلاف ورزی سے قانون ملکی ٹوٹ جاتا ہے مگر شرع شریف کے بڑے سے بڑے حکم کی خلاف ورزی سے بھی قانون مذہبی ٹس سے مس نہین ہو سکتا۔ وہ ایسی دنیا کے دیکھنے کا متمنی ہے جو مذہب کی گرفت سے قطعی آزاد اور قانون کی پابندیون مین بالکل جکڑبند ہو۔

صاحب دین جلد باز اور بے صبر ہے۔ وہ عیش نقد کو ہاتھ سے چھوڑ کر عیش نسیہ کا انتظار نہین کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ "کواعب اترابا" اور "کاسا دہاقا" مین اپنا حصہ فی الفور یہین وصول کر لیتا ہے۔ (EPICURUS) "ایکیورس" اور خیام کی آواز مین آواز ملا کر کہتا ہے۔

یک جام شراب از کف یارے لب کشت   این جملہ مرا نقد و ترا نسیہ بہشت

صاحب دین مین بے قناعتی اور غیر اطمینانی کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی حالت موجودہ کا شاکی ہی رہتا ہے۔ اگر بیکار رہے تو شاکی۔ اور بیکار ہو تو شاکی

اگر اس کی آمدنی کم ہے تو شاکی اور زیادہ ہے تو شاکی۔

ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث

اس کی رائے میں جس طرح رخسارے صرف اُسترے ہی کے لیے بنائے گئے ہیں اسی طرح اُسترا بھی محض رخساروں کے لیے ہی وضع کیا گیا ہے اور بس (فافہم و اتمہ اس میں کمال یہ ہے کہ ناخن گیر اور مقراض کا کام دانتوں اور مونچھ کا کام چٹکی سے لے سکتا ہے۔ وہ دانت کریدنے کے لیے نیم کی سینک پر کوئل ٹوتھ پک کو اور دانت مانجھنے کے لیے پیلو کی مسواک پر برسلس ٹوتھ برش کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر اسکی طہارت پسندی اور پاکیزہ مزاجی کا حال دیکھنا ہو تو اسے واش بیسن میں منھ دھوتے دیکھو۔ تمھیں کوئی حق نہیں کہ غسل سے کلی کرتے دیکھکر اُس پر اعتراض کرو۔

عیب وے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ صاحب دین کو قومیت اور مذہبیت کے اُبھارنے اور سدھارنے کا خیال ہے اور بہت ہے۔ اور یہی خیال ممکن ہے کہ آسکی اور اُسکی وجہ سے قوم و مذہب کی ترقی کا سبب ہو انشاء اللہ تعالےٰ